مزارات اولیاء کرامؒ

اور

ان کے فیوض و برکات برحق ہیں

یہ کتاب علماء کرام، اولیاء کرام، طلبائے مدارس اسلامیہ، اور ان سالکین و مریدین کیلئے ہے جو اہل اللہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ دیگر افراد مذکورہ حضرات سے بالواسطہ نفع اٹھا سکتے ہیں، اس لئے عام لوگ اسے نہ پڑھیں۔



مؤلف

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

﴿خلیفہ ومجاز بیعت﴾

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

مزارات اولیاء کرامؒ

اور

ان کے فیوض وبرکات برحق ہیں

یہ کتاب علماء کرام، اولیاء کرام، طلبائے مدارس اسلامیہ، اور ان سالکین ومریدین کیلئے ہے جو اہل اللہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ دیگر افراد مذکورہ حضرات سے بالواسطہ نفع اٹھا سکتے ہیں، اس لئے عام لوگ اسے نہ پڑھیں۔

مؤلف

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

﴿خلیفہ ومجاز بیعت﴾

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

اگر کوئی نیکی کا طالب اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس کتاب کو منتقل کرنا چاہے تو اجازت ہے۔

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مزارات اولیاء کرامؒ اوران کے فیوض و برکات برحق ہیں۔

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپیوٹر و کتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔146

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کے پتے

☆ قاری عبدالعلاّم صاحب، C-178 تیسری منزل نزد چاند مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)

☆ حاجی عبدالغنی صاحب، A-330 نزد مرکزی جامع مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)

☆ قاری مطیع الرّحمٰن صاحب، اتوار بازار، نزد مدینہ مسجد، اگر نگر مبارک پور، (نئی دہلی)

☆ محمد اسلم و حافظ عبدالعزیز صاحب، چمن جنرل اسٹور 1981 گلی قاسم جان بازار لال کنواں، نزد ہمدرد دواخانہ (دہلی-6)

Mobile:

Abdullah: 7654132008-Q . **Abdul Allam:** 9818406313

H. Abdul Gani : 9811542512 **Md Aslam:** 9250283190

H. Abdul Aziz: 9811626704 **Q. Mutiur Rahman:** 8882919635

Email: Abdullahdbg1994@gmail.com

فہرست

عناوین فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

زائر کی گفتگو اور سماع موتیٰ کی حقیقت

میری لحد پہ کوئی پردہ پوش آتا ہے — چراغ گورغریباں صبا بجھا دینا

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْن، وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن۔

بعد حمد وصلوۃ کے سب سے پہلے اللہ کا شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے اپنے مشائخ عظام، سلف صالحین اور نیک علماء کرام کے احوالِ زندگی اور ان کے فیوض وبرکات اور ان کے مقابر ومزارات سے متعلق چند سطور لکھنے کی سعادت نصیب فرمائی۔

بچپن اور سن شعور سے ہی راقم سطور خاکسار کو اولیاء اللہ اور بزرگان دین اور ان کے مزار ہائے مقدسہ اور مبارک مرقدوں سے کسی نہ کسی درجہ میں انسیت رہی ہے، اور جب روحانی نسبت سے وابستہ ہونے کا شرف حاصل ہوا تو پھر اہل اللہ اور اہل دل کے احوال اور ان کی تحصیل وتعمیل کے پاکیزہ خیالات نے روح ودل کی کائنات میں محبت وعشق اولیاء کی عطر پاشیوں سے عالم باطن میں ان گنت شوقوں اور آرزؤں کی نئی کرنیں بکھیر دیں اور نمودار

کر دیں۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۷۸ء میں جب لاشعوری کے دور میں امروہہ میں زمانۂ طالب علمی میں ایک بار شاہ ولایت صاحب (جو ابھی محلہ ہے) میں سلسلہ سہروردیہ کے ایک بزرگ شیخ شرف الدین سہروردیؒ متوفی ۱۱۴۵ء کے روضہ پر گیا تو میری روح اور دل و دماغ وہاں کے فیوض و برکات کے انوار سے ایسے نہا اٹھے تھے کہ اس کی روحانی خوشبوؤں کا احساس آج بھی تازہ ہے، اور پھر اس زمانہ میں وہاں سے ایسی انسیت ہو گئی تھی کہ ہمیشہ کیلئے دل میں شاہ ولایت کے راستہ سے مناسبت اور ایک لگاؤ سا ہو گیا تھا، امروہہ میں حفظ و تجوید اور عربی سوم پڑھنے کے بعد جب ایشیاء کی عظیم درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کیلئے داخل ہوا تو وہاں باقاعدہ اور منظم طور پر دیوبند کے اساتذہ اور طلباء کو مزار قاسمی میں خصوصاً صبح کے وقت فاتحہ اور ایصال ثواب اور حصول برکت کیلئے جاتے ہوئے دیکھا کرتا تھا۔ دارالعلوم میں پانچ سال تک، چہارم تا دورۂ حدیث تعلیم حاصل کرنے میں مشغول رہا، دریں اثناء میں نے وہاں کے اساتذہ اور طلبہ کو مسلسل اور متواتر مزار قاسمی پر آمد و رفت کرتے ہوئے پایا۔ علم و آگہی کی اس نادر الوجود درسگاہ کے طلباء و علماء کے اس سلسلۂ استفاضہ اور استفادہ کو دیکھتے ہوئے راقم بھی گاہے گاہے اور کبھی مسلسل مزار قاسمی پر بغرض ایصال ثواب آمد و رفت کی سعادت حاصل کرنے لگا۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد تدریس و تعلیم اور معاش کے میدانوں میں ایسا غرق ہوا کہ پھر شاید و باید ہی کبھی اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کی توفیق نصیب ہوئی۔

آج سے بارہ سال پہلے جب سلسلۂ اہل اللہ کی ''امانت'' خاکسار کو سونپی گئی تو پھر عقل و خرد کے دریچے کھلنے شروع ہو گئے، اور پھر اہل اللہ اور اہل عشق کی سیرتوں اور ان کے اخلاق و مجاہدات اور کمالات کو پڑھنے اور سمجھنے کا موقع نصیب ہوتا چلا گیا۔ عرصہ چند سالوں سے اہل اللہ کے مزارات پر حاضری کا شوق بڑھنے لگا تو دل میں یہ خیال وقفہ وقفہ سے رینگنے لگا کہ بزرگوں کی زیارت گاہوں اور ان کے مقابر پر اس کثرت سے حاضری کتنی مفید اور کتنی غیر

مفید ہے؟ جب ارتیاب وتردد کے قافلے دل کی گزرگاہوں سے بار بار گزرنے لگے تو پھر میں نے زیارت قبور اولیاء کرام کے موضوع پر مختلف کتابوں کے مطالعہ اور تحقیق کرنے میں خود کو مشغول کرلیا، اور اس طرح مشائخ کی مستند روحانی کتابوں سے اکتساب فیض کر کے چند اہم مضامین پر مشتمل ایک کتاب کی شکل دے دی گئی، آج جب میں آپ ناظرین سے مخاطب ہوں الحمدللہ پورے وثوق اور مکمل شرح صدر کے ساتھ اس بات کی وضاحت کرتا ہوں کہ مشائخ اور ان کے مبارک مزارات کے فیوض و برکات برحق ہیں، تاہم ان کی تحصیل کیلئے مستفیض اور زائر میں صلاحیت واستعداد ہونا ضروری ہے، چنانچہ آپ کتاب ہذا کی آئندہ سطور میں اہل اللہ ومشائخ اور ان تمام اصحاب لیاقت وصلاحیت صالحین کے ایمان افروز اور روح پرور تاثرات، حالات اور مفید معلومات کا مشاہدہ اور مطالعہ کریں گے جن کو اہل اللہ کے مزارات مبارکہ سے فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں، اور ساتھ ہی آپ کو اس بات کی جانکاری بھی ہوگی کہ اہل دل اپنی قبروں میں رحمتوں اور برکتوں کے کیسے کیسے خزانے لئے بیٹھے ہیں، اور سماع موتی کے مشاہداتی علوم بھی حاصل ہوں گے۔

یوں تو تمام مومنین کی روحیں دنیا سے منتقل ہونے کے بعد عالم برزخ میں بہ مقابلہ دنیا کے ہزار ہا گنا طاقتور ہو جاتی ہیں، مگر اہل اللہ اور مشائخ جب عالم ناسوتی سے عالم برزخ میں منتقل ہو جاتے ہیں تو حیات سے زیادہ وفات کے بعد ان کی روحوں کا پاور سینکڑوں گنا زیادہ بڑھ جاتا ہے، اور میرا ناقص ومحدود مطالعہ تو یہ بھی بتلاتا ہے کہ جس جگہ اہل اللہ مدفون ہوتے ہیں وہ جگہ اور زمین بھی متبرک ہو جاتی ہے۔

قرآن شریف سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الأَرْضَ المُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ۔ (سورہ مائدہ)

یاد کرو اس وقت کو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم !ارض مقدس (ملک شام) میں داخل ہو جاؤ جو تمہارے لئے اللہ نے لکھ دیا ہے۔آیت پاک میں ارض مقدسہ سے مراد بالاتفاق تمام مفسرین کے یہاں ملک شام ہے،مفسرین نے ملک شام کی تقدیس کی وجوہات کی تفصیل میں جہاں مسجد اقصیٰ کا ذکر کیا ہے وہیں یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سرزمین کے مبارک ومقدس ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ مدفن انبیاء واولیاء بھی ہے۔

پورے ملک شام کو ارض مقدس کہا جاتا ہے،اور ملک کا وجود ارض وخاک سے ہی ہوتا ہے،لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ جہاں خدا کے برگزیدہ بندے آرام فرما ہوتے ہیں ،وہ مبارک ومقدس جگہ ہوتی ہے،اور اولیاء کرام اور علماء حق انبیاء علیہم السلام کے نائب ہوتے ہیں ،آپ علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کا مشہور ارشاد مبارک ہے :أَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الأنبِيَاءِ۔علماء حق انبیاء کے وارثین ہیں۔اور انبیاء کرام کی وراثت علوم شریعت وروحانیت دونوں میں ہونا مسلم ہے،لہذا جس طرح انبیاء کرام کے مسکن ومدفن مبارک ہیں ،اسی طرح اولیاء کرام کے مسکن ومدفن بھی مبارک ہوں گے،فرق مراتب کے لحاظ سے۔انبیاء کرام کے مزارات مقدسہ پر فاتحہ،ایصال ثواب اور مراقبہ وغیرہ کی اجازت ہے،تو آپ کے صالح متبعین علماء کرام اور اولیاء کرام کے مقابر پر بھی فاتحہ اور مراقبہ وغیرہ سے انتفاع واستفادہ کیا جاسکتا ہے ا،اور چونکہ ہمارے چاروں سلسلے کے مشائخ اور سلف سالحین سے مزارات اولیاء پر مراقبہ،فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب وغیرہ اعمال ثابت ومنقول ہیں تو ہمارے لئے بھی اکابر کی اتباع ہی کے ساتھ زندگی گزارنے میں خیر ہے،اس سلسلہ میں آپ علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کی حدیث پاک بھی ہے کہ۔اَلْبَرَكَةُ مَعَ اَكَابِرُكُمْ۔برکت والی زندگی اکابر کی جسمانی وروحانی معیت سے ہی حاصل ہوگی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول :ان التشبہ بالکرام فلاح۔کو بھی مدنظر رکھنا

چاہئے کہ:۔معزز اور برگزیدہ ہستیوں ،علماء اورانبیاء کرام کی اتباع ونقل اوران کی صحبت میں سراسر دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔

مشائخ اورسالکین ومریدین اولیاء کرام کے مزارات پر ایصال ثواب کے علاوہ مراقبہ کیلئے بھی جاتے ہیں ،اور قابل استعداد عشاق ان سے مخاطب بھی ہوتے ہیں،اور بہ کثرت کتب مشائخ میں اس بات کی جگہ جگہ صراحت بھی موجود ہے کہ اُن حضرات سے یہ حضرات ہمکلام بھی ہوئے ہیں ،اور ان کو وہاں سے نصیحتیں بشارتیں اورتنبیہات بھی حاصل ہوئی ہیں،لہذا اس باب میں ''سماع موتیٰ'' کا مسئلہ بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ عہد صحابہ کرام سے لے کرآج تک علماء کرام کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے،حالانکہ سماع موتیٰ کا مسئلہ ہر دور کے جملہ مشائخ کے درمیان متفقہ طور پر حق اور ثابت ہے،میرے ناقص مطالعہ کی روشنی میں دوسری صدی ہجری سے لے کرآج پندرھویں صدی ہجری تک تمام اولیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ سماع موتیٰ ثابت اور سچ ہے۔

ممکن ہےان حضرات کی دلیل سورہ فاطر کی وہ آیت ہوجس میں اللہ تعالیٰ نےفرمایاہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے(مردوں) کی بات اوران کا حال سنا دیتا ہےلیکن آپ جس کو چاہیں گےنہیں سنا سکتے ۔اس آیت پاک سے صاف واضح ہو گیا کہ(اسماع) کا پاور اللہ کے اختیار میں ہے جیسا کہ سورہ یٓس شریف میں ہے:

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

ہرشئ اور ہر چیز کا اختیار اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے۔

مکہ کی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مردہ کی بوسیدہ ہڈیاں لے کر بڑے

تعجب کے ساتھ کہا تھا کہ دیکھو ان ہڈیوں کو میں نے اپنے ہاتھوں سے رگڑ کر ختم کر دیا تو اب ان میں کیسے روح آ جائے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ: قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ (سورہ یٰسٓ، آیت:۷۹)

اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی دفعہ اس کو پیدا کیا تھا وہی ذات اسے زندہ کر کے دکھا دے گی۔

اللہ تعالیٰ ہڈیوں میں روح ڈال کر بشکل زندہ انسان پھر کھڑا کر سکتا ہے، یہ سب اس کے احاطۂ قدرت میں ہے۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اولیاء کرام کے مقابر پر جانے کے بعد ان سے ہمکلامی کا شرف کسی بندہ صالح کو حاصل ہو تو کوئی استبعاد نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ کسی زندہ شخص کو کسی مردہ سے ہمکلام ہونے کا شرف عطا فرما دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے کام عقل و عادت کے خلاف بھی واقع ہوتے ہیں۔

علّامہ شبیر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ شیخ الہند میں سورہ فاطر کی مذکورہ آیت پاک کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: یعنی اللہ چاہے تو مردوں کو بھی سنا دے یہ قدرت اوروں کو نہیں۔

معلوم ہوا کہ بندہ کی قدرت سے باہر ہے، مگر اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، اور بندہ کی ہر مشیت خدا کی مشیت کے تابع ہے، لہذا اللہ تعالیٰ جس خاص بندہ کو ہمکلامی کا شرف عطا کرنا چاہیں تو ان کو کون روک سکتا ہے، وہ مختار کل ہیں جو چاہے کریں، مٹی کو سونا بنا دیں اور سونا کو مٹی۔

بہر حال سماع موتٰی کے مسئلہ میں امت کے درمیان ہمیشہ اختلاف رہا ہے، ایک طبقہ سماع موتٰی کا قائل ہے، اور دوسرا اس کا مخالف۔ خود ہمارے علماء دیوبند میں بھی دونوں طبقے

ہر دور میں موجود رہے ہیں، اور جس مسئلہ میں اختلاف ہوجائے وہاں موافق اور مخالف دونوں طبقے کیلئے سہولت کی راہیں نکل آتی ہیں۔ سورہ روم کی آیت: فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ ٱلْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ ٱلصُّمَّ ٱلدُّعَآءَ۔ (سورہ روم، آیت:۵۲)

کی تفسیر کے تحت علّامہ شبیر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: سماع موتٰی کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے، اور دونوں جانب سے نصوص قرآن وحدیث پیش کی گئی ہیں، یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت اور ارادہ کے بدون ممکن نہیں ہوسکتا، مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہوجائے اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں، مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کردیا، یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا، اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہوگیا اسے کہیں گے کہ اللہ نے اپنی قدرت سے تباہ کردیا، باوجودیکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اسی کی قدرت کا کام ہے ورنہ اس کی مشیت کے بدون گولی یا گولا کچھ بھی اثر نہیں کرسکتا، قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا: فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ (سورۂ انفال، آیت:۱۷)

یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے "قتل" و "رمی" کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی ہے، ٹھیک اسی طرح (اِنَّکَ لَاتُسّمِعُ الْمَوْتٰی) کا مطلب سمجھو یعنی تم یہ نہیں کرسکتے کہ کچھ بولو، اور اپنی آواز مردے کو سنادو، کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے، البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مردہ سن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کرسکتا، اب نصوص سے جن

باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہو جائے گا اسی حد تک ہم کو سماع موتیٰ کا قائل ہونا چاہئے، محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لا سکتے، بہر حال آیت میں '' اِسماع '' کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

حضرت علّامہ شبیر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے درحقیقت اپنا عقیدہ وفکر اور تحقیق کو اس آیت کی تفسیر میں اجاگر کیا ہے کہ آیت کریمہ میں اسماع کی نفی کی گئی ہے، مگر مطلق سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ اِسماع کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اللہ جس کو چاہے مردے سے ہمکلام کرادے، حضرت علّامہ کی اس فکر وتحقیق کی تائید مذکورہ سورہ فاطر کی آیت سے بھی ہوتی ہے کہ:

اِنّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاء۔

بندہ کے بس سے باہر ہے کہ ہمکلام ہو، مردہ اس کی بات سنے یا وہ اپنی بات مردہ کو سنائے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں سے جس کو چاہے مردے کی آواز سنا سکتے ہیں، اور قبر میں مدفون مردہ بھی بمشیت الٰہی زندہ مخاطب سے ہم کلام ہوسکتا ہے، کیونکہ اللہ کی قدرت اتنی عظیم اور بڑی ہے کہ وہ اس سے بھی بڑی بڑی چیزیں سکنڈ سے پہلے پید اکرتا ہے، پہلے بھی کیا ہے، اور اب بھی کر رہا ہے، اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آئندہ بھی اسباب ظاہرہ کے خلاف ہزاروں چیزوں کو پیدا کرسکتا ہے، بیدہ ملکوت کل شئ۔

اس کے اختیار میں ہر چیز ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۔ (سورۃ قمر، آیت:۵۰)

اور ہمارا کام پلک جھپکنے کی طرح یکدم ہوتا ہے۔ پھر غور کریں کہ مختلف حدیثوں میں مختلف الفاظ سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ قبر کے مردوں کی آواز کو جن وانس کے علاوہ دوسری مخلوقات سنتی ہیں، مثلاً قبر کے پاس رہنے والے جانور بھینس، گائے، گھوڑے، گدھے، اور

اونٹ وغیرہ مخلوقات مردوں پر ہونے والے احوال کو سنتے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ غیر ذوی العقول مخلوقات کومردے کی آواز سنا سکتا ہے،تو اپنے خاص بندوں اور نیک صالحین حضرات کو ان مردوں کی آواز سنا دے، یاان کی آواز مردے کوسنا دے تو کونسا استحالہ لازم آ گیا۔

حکیم الامتؒ نے اویس زمانہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ !آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قازایک چڑیا ہے، جو روس کی پہاڑیوں میں رہتی ہے، جب پاکستان ہندوستان اپنے انڈے پہاڑ پر چھوڑ کر آتی ہے تو یہاں سے ان انڈوں پر توجہ ڈالتی ہے، چنانچہ جب یہ واپس ہندوستان سے روس جاتی ہے تو دیکھتی ہے کہ انڈوں سے بچے پیدا ہوکر ٹہل رہے ہوتے ہیں: پھر فرمایا: جب ایک چڑیا میں اتنی صلاحیت ہے کہ اتنی دور سے اس کی توجہ کی گرمی سے بچے پیدا ہوجاتے ہیں،تو پھر اللہ والوں کی توجہ میں کیسی گرمی ہوگی۔

ہمارے تمام سلف اور مشائخ کا یہ حتمی اور کنفرم عقیدہ ہے کہ زائر اپنی آواز بفضل الٰہی صاحب قبر کوسنا سکتا ہے،اور صاحب قبر بھی زائر کو سنا سکتا ہے اوراس کی مثالیں معتبر اور ٹھوس روایات کی روشنی میں اسی کتاب میں آپ پڑھ سکتے ہیں اسی لئے میں نے اپنے اکابر ومشائخ کی ہی بیشتر کتابوں کے واقعات درج کئے ہیں،تاکہ قارئین کے علم وایقان میں زیادہ سے زیادہ اضافہ اوراطمینان ہو۔علّامہ عمادالدین ابن کثیر کی تحقیق کو بھی یہاں ذکر کردینا مناسب سمجھتاہوں،تاکہ قارئین کومزید تشفی وتسلی ہوجائے،سورہ روم آیت:

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ ٱلْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ ٱلصُّمَّ ٱلدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا۟ مُدْبِرِينَ۔کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں :

عن ابن عباس مرفوعاً " ما من أحد يمر بقبر أخيه المسلم كان يعرفه في الدنيا، فيسلم عليه، إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام ". وثبت عنه

صلى الله عليه وسلم لأمته إذا سلموا على أهل القبور أن يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه، فيقول المسلم السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل، ولولا هذا الخطاب، لكانوا بمنزلة خطاب المعدوم والجماد، والسلف مجمعون على هذا، وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف بزيارة الحي له، ويستبشر، فروى ابن أبي الدنيا في كتاب القبور عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " ما من رجل يزور قبر أخيه ويجلس عنده، إلا استأنس به، وردّ عليه حتى يقوم ،وقد شرع السلام على الموتى والسلام على من لم يشعر ولايعلم بالمسلم محال۔ وقد علم النبیﷺ امته اذا راوالقبور ان يقولوا،سلام عليكم اهل الديار من المومنين واناانشاء الله بكم لاحقون،يرحم الله المستقدين منا ومنكم والمستاخرين،نسال الله لنا ولكم العافية۔فهذالسلام والخطاب والنداءلموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويرد وان لم يسمع المسلم الردوالله اعلم۔(ابن کثیر جدید محقق جلد،سوم،ص/412)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے مسلم بھائی کی قبر پر جاتا ہے جیسے وہ دنیا میں جاتا تھا اور وہ اس پر جا کر اس کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی روح کو لوٹا دیتے ہیں اور پھر وہ مردہ جو قبر میں ہے اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، اور امت کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب مسلمان اپنے مردوں کی قبروں پر جا کر سلام کریں تو چاہئے کہ وہی سلام کے الفاظ کہیں جن کے ذریعہ سے آپس میں بحالت حیات ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔

لہذا سلام کرنے والا کہے، السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔

علّامہ رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اس کیلئے ہے جو عقل وسماعت کی

صلاحیت رکھتا ہے، پھر آگے بہت اہم بات فرماتے ہیں۔اور سلف کا اس بات پر اتفاق ہے اورحادیث وآثاراس سلسلہ میں حدتواتر کوپہنچ چکے ہیں کہ میت زیارت کرنے والے زندہ شخص کو پہچان لیتی ہے، اوراس کی زیارت سے اسے خوشی ہوتی ہے۔

چنانچہ ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اوراس کے پاس بیٹھتا ہے اس سے اس کا مردہ بھائی ضرور مانوس ہوتا ہے اوراس کی باتوں کا جواب دیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ زائر اس قبر کے پاس سے رخصت نہ ہوجائے۔

آگے منکرین سماع موتی کے دلائل کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مردوں کوسلام کرنا شارع کی طرف سے ایک شرعی مسئلہ بن چکا ہے اس لئے کہ ایسے شخص کو جو نہ محسوس کرے اور نہ سلام کرنے والے کو پہچان سکے سلام کرنا محال اور ناممکن ہے۔اس روایت سے واضح ہوگیا مردہ زائر سے ہمکلام بھی ہوتے ہیں اوران سے مل کر خوش بھی ہوتے ہیں۔آگے علّامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کواس بات کی تعلیم ونصیحت فرمائی ہے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کو جائیں تو اس طرح ہمکلام ہوں ،سلام علیکم اہل الدیارمن المومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون یرحم اللہ المتقدمین منا ومنکم والمستاخرین نسئال اللہ لنا ولکم العافیۃ۔

آگے علّامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان الفاظ میں سلام بھی ہے اور خطاب بھی ہے، اور ایک ایسے موجود شخص کو آواز دینا ہے جو سنتا ہے، مخاطب ہوتا ہے، اور عقل وشعور بھی رکھتا ہے، اور ساتھ ساتھ وہ متکلم کے کلمات کا جواب بھی دیتا ہے خواہ سلام کرنے والا اس جواب کو نہ سن سکے۔

مذکورہ تمام روایات اور امام علیہ الرحمۃ کی تشریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زائر تو سمجھنے اور سننے کی صلاحیت رکھتا ہی ہے، صاحب قبر بھی سننے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور سب خدا کے فضل وقدرت پر موقوف ہے۔

اب رہا معاملہ یہ کہ کس زائر میں کتنی اہلیت ہے کہ وہ مردوں کی بات کو سن لے اوران سے ہمکلام ہوجائے تو یہ ایک مستقل بحث ہے، مذکورہ روایت کے آخری الفاظ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ مردہ کی بات کا سننا زائر کی اہلیت وصلاحیت پر موقوف ہے جس پر خدا کا فضل خاص ہوجائے اور خدا اسے مردوں سے ہمکلام ہونے کی طاقت وقوت عطا فرمادے تو خدا کی مرضی اوران کے اختیار مطلق اور قدرت عامہ کا مسئلہ ہے اس میں بندہ کو اعتراض کی گنجائش نہیں۔ مردوں سے ہمکلام ہونے کیلئے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایتیں ہیں، غزوۂ بدر کے اس واقعہ کو یاد کیجئے جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین اور کفار کے سرداروں کو جو اس جنگ میں جہنم رسید ہوئے تھے اوران کو بدر کے کوئیں میں ڈال دیا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی لاشوں سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا: یادرکھو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذلت ورسوائی کا جو وعدہ تم سے کیا تھا اس کو پورا کردیا، خود اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سرداران مشرکین کے سامنے یہ واضح کردیں کہ تمہاری (جھوٹی) عظمت وغرور نے تمہیں ہلاک کرکے تمہیں جہنم میں پہنچادیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کفار ومشرکین مرنے کے بعد بھی آپ کی باتیں سن رہے ہیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ تم سے زیادہ یہ سن رہے ہیں۔

اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوگیا کہ جس زندہ وبرگزیدہ شخص کواللہ تعالیٰ مردہ سے ہمکلام ہونے کا شرف عطا کرتے ہیں یہ ان کی خصوصی کرم نوازی اورفضل خاص کا معاملہ ہے، ہاں عام مومنین مردوں سے ہمکلام نہیں ہوسکتے۔

ایک صالح شخص اپنی والدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے جاتا تھا ایک مرتبہ اس کی والدہ نے خواب میں اس کو بتلایا کہ بیٹے تم میری قبر پرآتے ہی قرآن کریم کی تلاوت شروع مت کیا کرو، بلکہ پہلے سلام کیا کرواس کے بعد کچھ دیر خاموش بیٹھے رہا کروتا کہ میں تمہاری صورت بھی دیکھ لوں، تم آتے ہی جب قرآن پڑھنے لگتے ہوتو قرآن شریف کے انوار میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو جاتے ہیں اور میں تمہاری صورت دیکھنے سے محروم ہوجاتی ہوں۔امام ابن کثیر کی مذکورہ روایت کہ مردہ زائرکو پہچانتا بھی ہے۔اس کی تائید حضرت قطب ربّانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ مبارک سے بھی ہوتی ہے،غنیۃ الطالبین میں صفحہ ۸۶ پرحضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب کوئی شخص قبروں پر جائےتو کسی قبر پر ہاتھ نہ رکھےاور نہ ہی قبرکو چومے کیونکہ یہ دونوں فعل یہودیوں کی عادت ہے۔

یہ بھی یادرکھو کہ کسی قبر پر مت بیٹھو،اور نہ ہی قبر کے ساتھ تکیہ لگاؤ،اور نہ ہی قبرکوٹھوکر مارو،اورجب قبرکے پاس کھڑے ہونا پڑےتو یہ سمجھ لوجیسے کسی زندہ کے پاس کھڑے ہوتے ہو،ایسے ہی تعظیم وحرمت کومدنظررکھو،اورگیارہ بارقل ھواللہ احد،وقرآن مجید کی آیات کو پڑھ کر اہل قبرکی روح کوثواب کا تحفہ پہنچاؤ، بعدازاں اگرکوئی حاجت اپنی ہوتو اللہ تبارک سے اس کے پوراہونے کے واسطے دعا کرو۔(غنیۃ الطالبین،ص/۸۶)

ایک جگہ فرماتے ہیں اور یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ جب کوئی شخص کسی قبر پرزیارت کوجاتا ہےتو وہ میت اس کو پہچانتی ہے۔(غنیۃ الطالبین،ص/۱۳۰)

مذکورہ ملفوظات سے واضح ہوگیا کہ مردہ دیکھتا اور پہچانتا بھی ہے، اور قبر کے پاس ذاتی دعائیں بھی کی جاسکتی ہے، کتاب ہذا میں مذکور مشائخ پر چونکہ آپ کا بھی کامل اعتماد ہے اس لئے جب آپ اس کتاب کو پوری پڑھ لیں گےتو میری ان تحریرات پران شاءاللہ ضرور یقین ہوجائے گا۔

اسی لئے راقم نے خود مشائخ ہی کی کتابوں سے مشائخ کے واقعات وحالات دربیان فیوض وبرکات مزارات آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں، تاکہ زیارت قبور کےفوائد ومنافع کی راہ میں آپ کے تردد وشبہات دور ہوجائیں، اور اولیاء صادقین وصالحین کے مبارک مزارات کی زیارتوں سے تسلی کے ساتھ مستفیض ہوں۔

اس کتاب کی تحریر کا ایک مقصد بعض علماء کرام اور خصوصاً علماء دیوبند کومزارات اولیاء کی اہمیت وافادیت اوران سے استفادہ واستفاضہ کی ترغیب وتشویق دلانا بھی ہے، نیز یہ امت اسلامیہ کے نیک اور مبارک آثار قدیمہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں اس لئے اس پہلو سے اوربھی حقائق واسرار مقابر سے واقفیت ضروری ہوجاتی ہے، تاریخ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اہل حق حضرات کی بے اعتنائیوں اور عدم توجہ کی بنا پر آج برصغیر کے بیشتر مزارات اولیاءکرام پر اہل باطل نے قبضہ کرلیا ہے، اوراپنی اغراض دنیویہ اور ناجائز مقاصد کیلئے ان کا ظالمانہ ''مجرمانہ'' اور باطلانہ استعمال واستحصال کررہے ہیں، اسی لئے ہرقسم کی بدعات وخرافات کی وہ آماجگاہ بن چکے ہیں۔

علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر انھیں بدعات وخرافات کا بھونڈا اور معصیتوں سے ظلمت زدہ منظر دیکھا تھا توبے ساختہ بول اٹھے تھے ۔

ہو جو نیکو نام قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

ماضی میں اگر اہل حق نے اولیاء کرام کے ان مزارات کے تحفظ کا انتظام کیا ہوتا تو آج ان مبارک مقامات پر یہ گمراہی اور جہالت وشرارت کے کرب انگیز مناظر دیکھنے کی نوبت نہیں آتی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک کبھی بدعات وشرکیات کی آفتوں سے خالی ہوتا تھا، مگر آج افسوس کیساتھ مجھے قلم بند کرنا پڑتا ہے کہ وہاں بھی اہل ہواو ہوس نے برائیوں اور بدعات شنیعہ کے جال بچھانے شروع کر دئے ہیں، ان آنکھوں نے کئی لوگوں کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر شرک وبدعت پرستی کی حرکت کرتے ہوئے دیکھا اور روکا ہے۔

اہل حق تھوڑی سی کوشش کریں گے تو یہاں کی بدعات چونکہ ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہیں ختم ہوسکتی ہیں، ورنہ چند سالوں کے بعد اس مبارک مزار کا بھی وہی حال ہوگا جو خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، اور خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کا ہو چکا ہے۔

اصلاحی لحاظ سے زیارت قبور کا مسئلہ اسلامی شریعت میں بہت اہمیت کا حامل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کا حکم فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فزوروا القبور فانها تذكركم الموت۔ (صحیح سنن نسائی للالبانی، ۱۵۷۲)

قبروں کی زیارت کرو اس لئے کہ یہ تمہیں موت کی یاد دلائے گی۔

اہل اللہ کے یہاں بھی یہی مقصد ہوتا ہے۔ جب عام قبروں کی زیارت سے تزکیہ نفس فنائیت وشکستگی، یاد آخرت اور خشیت الٰہی جیسی دولت حاصل ہوگی جو طریقت کا بنیادی مقصد ہے، تو پھر اہل اللہ اور صالحین اور اولیاء کرام کے مقابر کی زیارت سے بے نفسی، و بے نوائی،

تطہیر روح، تصفیۂ قلب اور تحصیل انوار کا سامان کس قدر ہوگا، اور کتنی جلدی یہ منزل طے ہو گی، اسی لئے تمام مشائخ سیدنا قطب الاقطاب عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر موجودہ تمام مشائخ تک نے مقابر اولیاء کرام کی زیارت کی قولاً اور عملاً ہدایات فرمائی ہیں۔

چاروں سلسلے کے بزرگان دین کی پاکیزہ اور مبارک زندگیوں سے یہ امر بسط و تفصیل کیساتھ موجود ہے کہ آپ حضرات مزارات اولیاء کرام پر مراقبہ چلہ اور دعا کے اہتمام کیلئے جاتے تھے اور وہاں بعض حضرات قیام بھی کرتے تھے اسی لئے آخری وقت میں حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادہ کو جو خاص نصیحتیں فرمائی تھیں، ان میں یہ بھی تاکید تھی کہ قبور مسلمین کی زیارت کیلئے گاہے گاہے جاتے رہنا۔

عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت کان رسول اللہ ﷺ کلما کانت لیلتھا من رسول اللہ ﷺ یخرج فی آخر اللیل الی البقیع۔ (نسائی شریف، ص/ ۴۳۸ للالبانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی شب کی باری میں آخری رات میں (قبرستان) جنت البقیع جاتے تھے۔

مذکورہ روایت سے زیارت قبور کی اہمیت پورے طور پر واضح ہے، اگر اہمیت نہ ہوتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کے سناٹے میں جس وقت سارا عالم محوخواب ہوتا ہے، کیوں تشریف لے جاتے اس روایت میں جتنا غور کرو گے اتنے ہی انوار حاصل ہوں گے۔

مذکورہ حدیث سے واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ شب میں زیارت قبور کیلئے جاتے تھے، یہ روایت علّامہ البانی غیر مقلد سلفی عالم نے اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ قبرستان کی خلوت، شب کی خلوت اور آخری رات کی خلوت میں یہ زیارت اور زیارت کیلئے یہ اہتمام یہ ساری باتیں اس بات کی نشاندہی کر رہی ہیں کہ زیارت قبور اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔

اسی لئے اولیاء کرام بھی اپنے مشائخ کے مرقدوں پر شب کوتشریف لے جاتے اور وہاں ذکر وتلاوت اور دعا وغیرہ میں مشغول ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔

چنانچہ آپ اس کتاب میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں مزار بزرگاں پر فیض حاصل کرنے کیلئے جاتے ہوئے دیکھیں گے۔

علماء ربّانیین اور بزرگان دین کے علاوہ آج جتنے بھی طبقے اشاعت دین اور اقامت شریعت کے میدانوں، انجمنوں، تحریکوں، اور تنظیموں میں مصروف ہیں اکثر اکابر کے منہج سے ہٹے جارہے ہیں، اور خود ساختہ اصول وضوابط اور معاشرہ سے مجبور ہوکر عصری اور غیر متمدن قوموں کے نظریات وافکار سے مرعوب ہوکر اپنے اور اپنی قوم کے دین کا گلا گھونٹ رہے ہیں، اسی لئے ہر مکتبۂ فکر انتشار وانحطاط کا شکار اور اپنے مشن میں ناکام ہے، بلکہ بیشتر اوقات اکثر مقامات پر صحیح قیادت ونمائندگی سے محروم بھی ہے۔ جب قوم کے عمائد، وزعماء ہی سلف کے منہج سے ہٹے ہوں گے تو پھر کہاں کی برکت اور کہاں کا تقدس، اور کہاں کی تبلیغ ؟

آخر کیوں ہمارا اعتماد اپنے اکابر ومشائخ پر سے اٹھتا جارہا ہے، کیوں ہم اکابر کے نقش قدم کی اتباع کو ضروری نہیں سمجھتے ؟ کیا ہمارے اکابر کے علم وعمل میں کمی تھی، یا ان کی قیادت ونمائندگی میں کوئی نقص تھا؟

یاد رکھیں! اپنے اکابر کی اتباع کے بغیر نہ آپ مدرسہ کا نظام چلا سکتے ہیں، نہ تبلیغ کا مشن چلا سکتے ہیں، نہ امامت میں آپ کامیاب ہوں گے، نہ میدان خطابت کے مفید اور کامیاب شہسوار، الغرض اکابر سے دوری قوم سے دوری کا سبب بنے گی، اور ظاہر ہے جب تک آپ کسی فرد یا قوم کے دل میں اپنی جگہ نہیں بنا لیتے اس وقت تک آپ کا پیغام بے سود اور نفع سے خالی ہوگا۔

قوم کو نفع پہنچانے کیلئے شرط اولیں اتباع منہج مشائخ کے سوا کچھ بھی نہیں، اس لئے کہ وہ

ہمارے پیشرو اور قابل تقلید راہبر تھے، انھوں نے جس احسان واخلاص سے خود کولیس کر کے دین کی خدمت واشاعت فرمائی تھی اسی کی برکت ہے کہ ہم مسلمان کہلانے کے لائق ہوئے، ہمارے مشائخ کا نہ کوئی طریقہ کہنہ ہے، نہ کوئی فرسودہ ہے، نہ کوئی گوشۂ زندگی پژمردہ اور نا قابل تقلید ہے، اس لئے کہ سب سچے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حقیقی پیروکاران دین اسلام تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر سے سچی عقیدت ومحبت عطا فرمائے، اور ہمارے دلوں میں ان کی اتباع کے نیک جزبات پیدا فرمائے، اور اس کتاب کو میرے لئے اور ساری قوم کیلئے ذریعۂ ہدایت ونجات بنائے۔ (آمین)

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

بروز شنبہ ۲۲ ربیع الثانی مطابق ۷ ۲ نومبر ۲۰۲۲ء

کرامت

محققین کے نزدیک کرامت کی تعریف یہ ہے کہ۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو۔ اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہوتو کرامت نہیں۔اور جو شخص کسی نبی کا سچا متبع نہیں ہے تو بھلے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس سے اگر کوئی امر خلاف عادت واقع ہوتو وہ کرامت نہیں استدراج ہے جو سراسر نقصان دہ ہے۔مسلمان کے لئے اس لیے نقصان دہ ہے کہ بوجہ خرق عادت خود کو کامل سمجھے گا پھر وہ حق کی طلب اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرے گا اور غیر مسلم کی تو اس سے اور ظلمت ہی بڑھے گی اور ظلمت میں اضافہ گمراہی میں اضافہ ہے جو سراسر مضر ہے۔اسی لئے بزرگوں نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا، یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہوتو وہ کچھ نہیں۔

بعض اولیاء اللہ سے انتقال کے بعد بھی تصرف ہوتا ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل پر بذریعہ خط تصرف کیا اور وہ جاری ہو گیا، اس میں علم وقصد دونوں کا دخل ہوتا ہے، اہل اللہ کا تصرف نیک کام کے لئے ہوتا ہے اس پر ثواب ہوتا ہے، جب کہ دنیادار کا تصرف اپنی اغراض کے لئے ہوتا ہے اس لئے ان کا تصرف نیک کاموں میں نہیں چلے گا۔ بلکہ اہواء اور ضلال اس کا ثمرہ ہوگا طریقت میں اس تصرف کی اجازت نہیں ہے۔حضرت حکیم الامتؒ نے کرامات امدادیہ صفحہ ۸ پر تحریر فرمایا کہ:

اور جاننا چاہئے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرف اور خوارق سرزد ہوتے ہیں اور یہ امر معنی حد تواتر کو پہنچ گیا ہے۔

وفات شدہ ولی کی اعانت کا ثبوت

حضرت حکیم الامتؒ کرامات امدادیہ صفحہ چھیالیس پرتحریرفرماتے ہیں: کہ فرمایا حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب اول مکہ مکرمہ آیا فقروفاقہ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ نوروز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا، تین چاردن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا انہوں نے باوجود وسعت انکار کیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کرلیا کہ اب قرض بھی نہ لوں گا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست دشوار تھی آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیریؒ عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ امداداللہ تم کو بہت تکالیف اٹھانے پڑے اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپے کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے۔ میں نے انکار کیا کہ یہ اعانت بہت سخت ہے، ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی، مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا کرے گا تب سے بلامنت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے ہیں۔ (کرامات امدادیہ صفحہ 46)

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر مراقبہ کیا تو کیا بشارت ملی؟

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کرامات امدادیہ میں ایک جگہ ذکر فرمایا کہ: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر تین روز مقیم رہا، حضرت قطب صاحبؒ کے مزار مقدس سے ایک نور کا ستون نکل کر ظاہر ہوا اور حضرت پیرومرشد کی جائے اقامت لوہاری پر جا کر چھپ گیا۔ اور ایک دفعہ بایں عنوان بیان فرمایا کہ حضرت پیرومرشد کے مزار اقدس پر جا کر غروب ہوگیا۔ پھر حضرت قطب

صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا مقصود دلی تم کو تمہارے پیرومرشد سے ملے گا اور چند باتیں کہیں۔ فرمایا کہ اس ستون کے نکل کر جانے اور حضرت قطب صاحبؒ کے ان کلمات کے کہنے سے چند مسائل حل ہوئے۔ (کرامات امدادیہ صفحہ 55)

وفات شدہ ولی ایسے بھی کسی چیز کی اطلاع دیتے ہیں

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب ایک بار کرنال میں قلندر صاحب کے مشہور مزار پر تشریف رکھتے تھے مگر کچھ انوار و برکات معلوم نہیں ہوتے تھے اسی حالت میں حضرت میاں جیو صاحب کو دیکھا کہ تشریف لائے اور قبر کھول کر دکھادیا کہ یہاں کچھ نہیں۔ (کرامات امدادیہ صفحہ،72-41)

حرم شریف میں تین سو ساٹھ اولیاء رہتے ہیں

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ایک بار حضرت حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ حرم شریف میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ رہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت ان کو پہچانتے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

بعضوں کو تو پہچانتا ہوں، ولی را ولی مے شناسد۔ (کرامات امدادیہ صفحہ،72-73)

آپ خدا کے اولیاء کو مردہ کہتے ہیں؟

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بدایوں میں میرے ایک دوست تھے، احمد نام، بڑے نیک اور عبادت گزار اور ابدال صفت، اگرچہ کہ بے پڑھے لکھے تھے لیکن ہمیشہ شرعی مسائل اوران کے اہتمام کی تحقیق میں لگے رہتے اور ہر ایک سے یہی پوچھتے رہتے، ان کے وصال کے بعد میں نے ایک روز انہیں خواب میں دیکھا کہ اپنی عادت کے موافق حسب معمول مجھ

سے مسائل اوراحکام پوچھ رہے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ جو کچھ تم پوچھ رہے ہو یہ تو زندگی میں کام آتا ہے، اورتم مرہی چکے ہو، جب انہوں نے یہ بات سنی تو مجھ سے بولے کہ آپ خدا کے اولیاء کو مردہ کہتے ہیں؟۔(فوائد الفواد،ص/223)

بزرگوں کی وفات کے بعد تصرف و مدد کرنے کی دلیل

امیر حسن علاء سجزی بیان کرتے ہیں کہ بندے کے پاس ایک غلام تھا ملیح نام اس کو مرید ہونے کے شکرانے میں ساتھ لایا تھا خواجہ ذکراللہ بالخیر (یعنی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) کی نظر کے سامنے اسے آزاد کردیا، دعا خیر فرمائی، اسی وقت اس غلام نے اپنا سر مخدوم عالمیاں کے قدموں میں رکھ دیا اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوا۔اسی موقع پر خواجہ ادم اللہ برکاتہٗ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ: اس راہ میں غلامی اور خواجگی درمیان میں نہیں ہے، جو بھی عالم محبت میں کھرا اترتا ہے اس کا کام بن جاتا ہے۔اس گفتگو کے درمیان فرمایا: غزنین میں ایک پیر تھے ان کا ایک غلام تھا زیرک نام اور یہ زیرک حد درجہ صدق و صلاحیت رکھتا تھا، جب ان بزرگوار پیر کا آخر وقت آیا تو مریدوں نے پوچھا کہ آپ کی جگہ کون بیٹھے گا؟ بولے زیرک اوران پیر کے چار بیٹے تھے ہوشیار اور صاحب اختیار۔زیرک نے عرض کی اے خواجہ مجھے آپ کے بیٹے چھوڑیں گے تھوڑی کہ آپ کی جگہ پر بیٹھوں وہ ضرور مجھ سے جھگڑا کریں گے۔پیر بولے تو جمع خاطر رکھ اگر انہوں نے تیرے ساتھ دشمنی کی تو میں ان کے شر کو تجھ سے دفع کروں گا۔الغرض جب پیر رحمت حق کے جوار میں پہنچ گئے تو زیرک خواجہ کی جگہ پر بیٹھا۔پیر کے بیٹوں نے خصومت شروع کی کہ تو ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہے تیری کیا مجال کہ ہمارے باپ کی جگہ پر بیٹھے۔جب ان کا عناد بہت بڑھ گیا تو زیرک

پیر کے روضہ پر آیا۔عرض کی کہ اے خواجہ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بیٹے تیرے ساتھ مزاحمت کریں گے تو میں ان کے شر کو تم سے دفع کر دوں گا، اب وہ مجھے ایذاء پہنچانے کے در پے ہیں آپ کو اپنا وعدہ وفا کرنا چاہیے۔ یہ عرض کیا اور اپنی جگہ واپس آ گئے اس کے چند ہی روز بعد کافر غزنین کے نواح پر حملہ آور ہوئے مخلوق ان سے لڑنے باہر نکلی پیر کے چاروں بیٹے بھی ان کے ساتھ نکلے اور جنگ میں شریک ہوئے چاروں نے شہادت پائی اور وہ جگہ بلا مزاحمت زیرک کے لئے مقرر ہو گئی۔ (فوائد الفواد/ص 157)

کیا اہل اللہ کے مزار پر شب بیداری اور برکت کے لیے جانے کا حکم ہے؟

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کو خلہ کی کی بیماری ہوئی تھی اسی مرض میں انتقال کیا۔ایک دفعہ رات کو سوتے وقت میں حاضر خدمت تھا دیکھا کہ چار پائی بچھائی گئی وہی کمبل جس پر دن میں تشریف رکھتے تھے رات کو کھاٹ پر بچھایا گیا۔ یہ کمبل پائنتی تک پہنچتا تھا جس جگہ حضرت کے قدم مبارک رہتے تھے وہاں ایک اور ٹکڑا لاکر ڈالا جاتا تھا اگر رات کو یہ ٹکڑا اوڑھ لیتے تو بستر کی وہ جگہ خالی رہتی تھی۔ایک عصا تھا جو حضرت شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا عطا کردہ تھا اسے لاکر چار پائی کے سرہانے رکھا جاتا اور شیخ اس کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتے تھے، اور عصا پر بار بار ہاتھ پھیرتے اور اسے چومتے۔ پھر فرمایا کہ ایک روز اسی بیماری میں مجھے اور چند مریدوں کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں حظیرے اور مقبرے میں شب بیدار رہ کر میری صحت کے لیے دعا کرو، چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا کہ میں اور چند دوسرے مرید اس حظیرے میں گئے، اس حظیرے کی چھت تھی، اس چھت پر چلے گئے اور کھانا بھی ساتھ رکھا،

رات بھر وہاں رہے، اور دعا مانگی، جب دن نکلا تو شیخ کی خدمت میں آئے، اور کھڑے ہو کر عرض کی کہ رات کو ہم لوگ حکم کے موافق بیدار رہے اور دعا مانگی، شیخ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا: کہ تمہاری دعا سے صحت کے آثار تو پیدا ہوئے نہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دینے میں تامل کیا، ایک مرید تھے جنہیں علی بہاری کہتے تھے میرے پیچھے کھڑے تھے، انہوں نے وہیں سے کہا کہ ہم ناقص ہیں، اور شیخ کی ذات مبارک کامل، پس ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ شاید یہ بات شیخ سن نہ سکے، میں نے یہ بات جوں کی توں شیخ کے گوش مبارک تک پہنچائی، اس کے بعد حضرت نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ تو خدا سے جو مانگے اسے پائے اس کے بعد اپنا عصا مجھے عطا فرمایا۔ (فوائد الفواد صفحہ 231)

کیا صاحب قبر سے اپنا مطلب حاصل کیا جا سکتا ہے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں: میں نے تین مولوی دیکھے جن میں درویشی کی صفات تھیں اور نیک مردوں کے سے اخلاق ان میں تھے، ایک مولانا شہاب الدین جو میرٹھ کے تھے۔ دوسرے مولانا احمد حافظ، اور تیسرے مولانا کیتھلی۔ مولانا احمد کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ حافظ تھے، اور اللہ کے نیک بندے تھے، ایک دفعہ میں شیخ کبیرؒ باباصاحب کی وفات کے بعد ان کی زیارت کے ارادے سے نکلا تو سرسی کے قریب میں ان مولانا احمد سے ملا، مجھ سے کہنے لگے کہ جب شیخ کبیر کے روضہ پر پہنچو تو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ میں دنیا نہیں چاہتا اس کے طلب گار اور بہت سے ہیں اور عقبیٰ کی خواہش بھی نہیں ہے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے مسلمان مارے اور صالحین سے ملائے۔

پھر مولانا کیتھلی کی بزرگی کا حال بیان فرمایا کہ بڑے برکت والے بزرگ تھے، اگرچہ مرید کسی کے نہ تھے، لیکن صحبت بہت سے لوگوں اور مردان خدا کی اٹھائی تھی، جب میں نے انہیں پہلی ملاقات کے وقت دیکھا تو ان کے بیان اور ان کی ہیئت سے معلوم ہوگیا کہ یہ واصلان حق میں سے ایک ہیں، میرے دل میں ایک سوال تھا وہ ان سے پوچھا۔ جواب دیا کہ یہ بات اس طرح ہوگی اور وہ اس طرح، خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے حکایت بیان کی اور آب دیدہ ہوکر فرمایا کہ یہ مشکل بات اگر سو مجتہد دانشمندوں سے پوچھی جاتی تو حل نہ ہوتی۔

ان کے اخلاق کے بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ وہ میرے پاس آئے، مبشر جو میرا خدمتگار رہے، اس وقت بچہ سا تھا، شاید اس نے کوئی بے ادبی کی، ایک لکڑی اس کے ماری گئی، مولانا کیتھلی نے ایسی تکلیف کا اظہار کیا کہ گویا وہ لکڑی خود ان کو ماری گئی ہو، رونے لگے اور بولے کہ یہ میری بدبختی تھی کہ اسے یہ تکلیف پہونچی، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ ان کی رقت اور شفقت سے میرا دل بھی بھر آیا۔ ایک اور حکایت ان کی بزرگی کے بارے میں بیان فرمائی کہ میں نے ان سے سنا کہ ایک سال دہلی میں قحط پڑا جس زمانہ میں ملک قطب الدین حسن کا واقعہ ہوا ہے۔

میں کپڑا مارکیٹ کی طرف جا رہا تھا، بھوکا تھا، میں نے کھانا خریدا اور اپنے آپ سے کہا کہ اس کو اکیلے نہیں کھانا چاہئے، کسی کو دعوت دینی چاہئے، تاکہ اس کے ساتھ ہم لقمہ ہو جاؤں، ایک گدڑی پوش فقیر کو دیکھا کہ چیتھڑے لگا کے میرے سامنے جا رہا ہے، میں نے اس سے کہا اے خواجہ! میں بھی درویش ہوں، اور تم بھی درویش ہو، میں بھی مسافر ہوں اور تم بھی مسافر نظر آتے ہو، تھوڑا سا کھانا ہے آؤ ہم لقمہ ہو جائیں، درویش نے منظور کرلیا، ایک باورچی

کی دکان پر ہم چڑھے اور اس کھانے کو کھایا، اس دوران میں نے اس درویش سے مخاطب ہو کر کہا: میاں مجھ پر بیس تنکے قرض ہیں، آپ توجہ فرمائیں کہ یہ قرض ادا ہو جائے، درویش کہنے لگا تم آرام سے کھانا کھا لو میں تم کو بیس تنکے دے دوں گا۔ مولانا کیتھلی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ اس پھٹی ہوئی گدڑی والے کے پاس بیس تنکے کہاں سے آئیں گے، جو مجھے دے گا، خیر جب کھانا کھا کر اٹھے تو وہ مجھے ساتھ لیکر چلا اور مسجد کی طرف گیا، مسجد کے پیچھے ایک قبر تھی اس کے پاس کھڑا ہو گیا اور کچھ پڑھنے لگا، اور ایک چھوٹی سی چھڑی کو جو اس کے ہاتھ میں تھی ایک دو دفعہ آہستہ سے قبر پر مارا اور بولا اس درویش کو بیس تنکوں کی ضرورت ہے ان کو دے دو، یہ کہا اور میری طرف منہ کر کے مجھ سے کہنے لگا کہ مولانا جاؤ، بیس تنکے تمہیں مل گئے۔ مولانا کیتھلی کہتے تھے کہ میں نے یہ بات سن کر اس درویش کے ہاتھ چومے اور اس سے رخصت ہو کر شہر کی طرف تعجب کرتا ہوا آ رہا تھا کہ وہ بیس تنکے مجھے کہاں سے ملیں گے۔ میرے پاس ایک خط تھا جو کسی کے گھر پہونچانا تھا اسی روز وہ خط لیکر روانہ ہوا دروازہ کمال کے پاس ایک ترک اپنے مکان کے چھجے پر بیٹھا تھا مجھے دیکھ کر اس نے آواز دی اور غلاموں کو دوڑایا جو مجھے بڑے اصرار سے اوپر لے گئے، مجھ سے وہ ترک بڑے تپاک سے ملا، میں نے بہت کوشش کی لیکن اس کو پہچان نہ سکا، وہ ترک بولا کہ کیا آپ وہ مولوی صاحب نہیں ہیں جنہوں نے میرے ساتھ فلاں جگہ ایسی ایسی بھلائی کی تھی! میں نے جواب دیا کہ میں آپ کو جانتا بھی نہیں، ترک نے جواب دیا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں، اپنے آپ کو کیوں چھپاتے ہو، غرض یہ کہ اسی طرح کی بہت باتیں کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے بیس تنکے منگا کر بڑی عاجزی کے ساتھ میرے ہاتھ میں دئے۔ (فوائد الفواد، ص/ 254،253،252)

جس کسی کو کوئی مہم پیش آئے میری زیارت کرے اگر چار روز گزرنے کے بعد بھی ضرورت پوری نہ ہو تو میری قبر کی اینٹ سے اینٹ بجادے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بدایوں میں ایک بزرگ تھے، جن کو شیخ شاہی موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا تھا، ایک دفعہ دوست پک نک کیلئے باہر لے گئے اور کھیر پکائی، جب کھانا سامنے لایا گیا تو خواجہ موئے تاب بولے کہ اس کھانے میں خیانت ہوئی ہے، شاید دوآدمیوں نے اس میں سے کچھ دودھ دوستوں کے لانے سے پہلے پی لیا تھا، اور یہ درویشوں میں بہت بڑی خطا سمجھی جاتی ہے، الغرض جب خواجہ شاہی نے کہا کہ ایسا کیوں ہوا، دوستوں کے سامنے کھانا لانے سے پہلے کسی نے اس میں سے کچھ کھالیا، تو وہ بولے کہ دیگ میں سے دودھ ابل کر باہر گر رہا تھا ہم نے تو باہر گرنے والے دودھ کو لیا ہے، اس کا کیا کرتے؟ گرنے دیتے ناچارا سے پی لیا، خواجہ شاہی نے کہا نہیں، اس طرح دودھ پینا غلط تھا، بہتا تھا بہنے دیتے، چنانچہ ان کا یہ عذر نہیں سنا گیا، وہ پیچھے چلے گئے، وہاں دھوپ تھی دھوپ میں کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ ان کا پسینہ بہہ بہہ کر گرنے لگا، اس وقت خواجہ شاہی نے کہا کہ حجام کو بلاؤ، پوچھا گیا آپ کیا کریں گے؟ جواب دیا کہ جس قدر پسینہ میرے دوستوں کا بہا ہے اس سے کہوں گا کہ اتنا خون میرا نکال دے گا، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر جب اس بات پر پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ شاباش محبت ہو تو ایسی ہو اور انصاف کا خیال رکھا جائے تو اس طرح رکھا جائے۔ ان کی بزرگی کے بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ حضرت نظام الدین ابوالموئید رحمۃ اللہ علیہ کو بیماری لاحق ہوئی تو انہیں شاہی موئے تاب کو بلایا، اور بولے کہ دعا کرو میری بیماری صحت سے بدل جائے،

خواجہ شاہی نے عذر کیا کہ آپ تو خود بزرگ ہیں مجھ سے یہ فرمائش کیا کرتے ہیں، میں تو ایک بازاری آدمی ہوں مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ کہئے، شیخ نظام الدین نے ان کی ایک نہ سنی اور کہا کہ تم دعا کرو اور توجہ کرو تا کہ مجھے صحت ہو جائے۔ اس پر وہ بولے کہ اچھا تو میرے دوستوں کو بھی بلا لیجئے۔ ان میں سے ایک کا لقب شرف تھا جو بڑا صالح مرد تھا۔ دوسرا ایک درزی تھا، الغرض دونوں بلائے گئے۔ خواجہ شاہی نے ان سے کہا کہ شیخ نظام الدین نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اب تم میرا ساتھ دو، شیخ کے سر سے سینے تک میرے ذمہ ہے، اور نیچے کے اعضا سینے سے ایک پاؤں تک ایک کے ذمہ ہے، اور دوسرے پیر تک دوسرے کے ذمہ ہے، چنانچہ ان تینوں نے توجہ دینی شروع کی، شیخ نظام الدین کی بیماری صحت سے بدل گئی۔ ان بزرگ کا یہ قصہ بھی سنایا کہ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جس کسی کو میری وفات کے بعد کوئی مہم پیش آئے، تو اس سے کہو کہ، تین روز میری زیارت کے لئے آئے، اور اگر تین دن گذر جائیں اور وہ کام نہ ہو تو چار روز آئے، اور اگر چار روز گزرنے کے بعد بھی اس کی ضرورت پوری نہ ہو تو پانچویں روز آئے اور میری قبر کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔ (فوائد الفواد صفحہ 294.295)

اللہ کے دوستوں کے لئے موت نہیں

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

جماعت متحیران حق تعالیٰ میں ایسے مشغول ہوتے ہیں کہ انہیں کسی مخلوق کی خبر نہیں ہوتی، حاضرین میں سے ایک شخص نے حکایت بیان کی کہ میں ایک دفعہ کہیں گیا تو اسی طرح کے لوگوں میں سات آٹھ آدمیوں کو دیکھا کہ ٹکٹکی لگائے آسمان کو تک رہے ہیں، اور رات دن متحیر ہیں، مگر جس وقت نماز کا وقت آتا ہے تو نماز پڑھ لیتے ہیں، اور پھر متحیر ہو جاتے ہیں،

خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، اور اولیاء محفوظ، یہ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ تم نے بیان کیا، اگرچہ شب و روز متحیر رہتے ہیں، لیکن ان کی نماز فوت نہیں ہوتی، اس تحیر کی مناسبت سے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کی حکایت بیان فرمائی کہ، ان کوانتقال کے وقت اسی طرح چار دن رات تحیر رہا اور ہوا یہ تھا کہ شیخ علی سجزی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قوالی تھی، اور شیخ قطب الدین نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما تھے پڑھنے والا قصیدہ پڑھ رہا تھا، جب اس شعر پر پہنچا ؎

کشتگا ن خنجر تسلیم ر ا

ہر زماں از غیب جان دیگر است

خنجر تسلیم کے کشتگان کیلئے ہر زمانہ میں غیب سے ایک نئی زندگی ہے۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو اس شعر پر کیفیت ہوگئی، جب وہاں سے گھر آئے تو مدہوش اور متحیر تھے، فرماتے تھے کہ یہی شعر پڑھے جاؤ (چنانچہ) یہی شعر ان کے سامنے پڑھا جاتا رہا اور وہ اسی طرح متحیر رہے، سوائے اس کے کہ جب نماز کا وقت آتا تو نماز ادا فرماتے تھے اور پھر یہی شعر پڑھواتے اور حال آجاتا اور حیرت پیدا ہو جاتی چار رات دن تک یہی حالت رہی، پانچویں رات کو رحلت فرمائی۔ شیخ بدرالدین غزنویؒ فرماتے ہیں کہ میں اس رات کو حاضر تھا شیخ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو مجھے کسی قدر غنودگی تھی خواب میں دیکھا کہ شیخ قطب الدین قدس اللہ سر العزیز جیسے اپنی جگہ سے اٹھ رہے ہیں اور اوپر کی طرف جا رہے ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ دیکھو بدرالدین اللہ کے دوستوں کیلئے موت نہیں ہے، جب میں بیدار ہوا تو شیخ دار بقاء کو رحلت فرما چکے تھے، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (فوائد الفوادص/ 377)

شیخ کی زیارت سے مجھے میرا مقصود حاصل ہو گیا

خواجہ امیر حسن علاء ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ایک بار سلطان الہند کی مجلس میں کمزوراور ان لوگوں کا ذکر نکلا جو کعبہ کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو دنیا کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں۔ بندے نے عرض کی کہ مجھے تو تعجب ان لوگوں پر ہوتا ہے جو مخدوم سے تعلق جوڑتے ہیں۔ اور پھر ادھر ادھر بھٹکتے ہیں جس وقت میں نے یہ بات عرض کی ملیح جو میرے پیر بھائی تھے موجود تھے میں نے عرض کی کہ اس شکستہ نے ان ملیح سے جو میرے پیر بھائی ہیں ایک دفعہ ایک بات سنی تھی اور اس کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا تھا اور وہ بات یہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ حج کو وہ جائے جس کا پیر نہ ہو۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے جب یہ بات سنی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور یہ مصرع زبان مبارک پر آیا۔

آں رہ بسوئے کعبہ بردو ایں بسوئے دوست

وہ راستہ کعبہ لے جاتا ہے اور یہ محبوب کی طرف۔

اس کے بعد فرمایا: شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے انتقال کے بعد مجھ پر حج کے اشتیاق نے بہت ہی غلبہ کیا اپنے آپ سے کہا کہ پہلے اجودھن شیخ کی زیارت کو جاؤں، القصہ جب شیخ الاسلام کی زیارت میسر آئی مجھے میرا مقصود حاصل ہو گیا، بلکہ کچھ اور بھی ملا دوبارہ یہ آرزو ہوئی اور پھر شیخ کی زیارت کو گیا اور یہ آرزو پوری ہو گئی۔ (فوائد الفواد، ص/ 394)

کیا خضر علیہ السلام کی زیارت کی تمنّا کرنا اچھی بات ہے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابتدا میں کبھی کبھی میرے دل میں مردان غیب سے ملاقات اور ہم نشینی کا خیال آتا تھا، پھر خود ہی خیال آیا کہ یہ کیسی

تمنّا ہے؟ کسی بہتر کام کے پیچھے پڑنا چاہئے، جب حضرت خواجہ فرید الدینؒ کی مجلس میں مردان غیب کا ذکر آیا تو آپ نے حضرت قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کی حکایت بیان فرمائی، کہ ابتدائی زمانہ میں جبکہ وہ اوش میں تھے، شہر کے کنارے ایک ویران مسجد تھی، اور اس مسجد کا ایک مینارہ تھا جس کو سات مینارہ کہتے تھے، حضرت کو شاید ایک دعا پہونچی تھی کہ جو اس دعا کو اس مینار کے اوپر پڑھے اس کی حضرت خضر سے ملاقات ہو جائے، یہ دعا بھی اگرچہ ایک ہی دعا تھی، لیکن اس کو بھی ہفت دعا کہتے تھے۔

دو رکعتیں بھی بیان کی جاتی تھیں کہ جو یہ رکعتیں اس مسجد میں پڑھے وہ حضرت خضرؑ کو دیکھ لے، الغرض شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو اشتیاق ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھیں (چنانچہ) رمضان کی راتوں میں سے ایک رات کو اس مسجد میں گئے اور وہ دو رکعتیں ادا کیں، اور اس مینارے پر چڑھ کر وہ دعا بھی پڑھی اور نیچے اتر کر کچھ انتظار کیا، مگر کوئی شخص ظاہر نہیں ہوا، کچھ ناامید سے ہو کر مسجد سے باہر آئے، جیسے ہی مسجد سے باہر قدم رکھا ایک شخص کو کھڑے دیکھا، اس شخص نے حضرت قطب الدینؒ کو آواز دی اور کہا اس ناوقت تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ شیخ نے فرمایا کہ: میں یہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا دو رکعت نماز بھی ادا کی اور جو دعا آئی ہے وہ دعا بھی پڑھی مگر یہ دولت حاصل نہیں ہوئی، اب واپس گھر جاتا ہوں، وہ شخص بولا کہ خضرؑ کا کیا کرو گے؟ وہ تو خود تمہاری طرح مارا مارا پھرتا ہے، اس کے دیکھنے سے کیا ہوگا؟ اس درمیان اس نے پوچھا کہ کیا دنیا کی خواہش ہے؟ شیخ نے کہا نہیں، بولا کہ کیا کچھ رقم قرضے کی ادا کرنی ہے؟ شیخ نے جواب دیا نہیں اس کے بعد بولا کہ پھر کس لئے حضرت خضرؑ کے طلب گار ہو؟ پھر کہنے لگا کہ اس شہر میں ایک ایسا

آدمی ہے، خضر بارہ دفعہ اس کے دروازے پر گیا، مگر داخلے کی اجازت نہیں ملی، یہ دونوں اس گفتگو میں مصروف تھے کہ ایک نورانی بزرگ پاکیزہ لباس پہنے ہوئے نمودار ہوئے، یہ شخص بڑے احترام کے ساتھ ان کے سامنے گیا اور ان کے قدموں میں گر پڑا، شیخ قطب الدینؒ طیب اللہ ثراہ فرماتے ہیں: کہ وہ بزرگ جب میرے پاس پہنچے تو اس پہلے شخص کی طرف رخ کر کے بولے کہ اس درویش کو نہ قرض چکانا ہے، نہ دنیا کا طلبگار رہے، اسے بس تم سے ملاقات کی آرزو ہے اسی دوران اذان کی آواز آئی اور ہر طرف سے صوفی اور درویش ظاہر ہونے لگے، جماعت تیار ہوگئی، تکبیر کہی گئی، ایک شخص نے آگے بڑھ کر نماز ادا کرائی، اور تراویح میں بارہ سیپارے پڑھے، میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اور زیادہ پڑھتے تو اچھا ہوتا ،الغرض جب نماز ہو چکی ہر شخص کسی طرف چل دیا، شیخ کہتے ہیں کہ میں بھی اپنے گھر آ گیا ، جب دوسری رات آئی تو اور سویرے سے وضو کیا اور اس مسجد میں گیا صبح تک وہاں رہا مگر کوئی مخلوق ظاہر نہ ہوئی۔ (فوائد الفواد، ص/ 344)

شیخ نظام الدین ابوالمؤید کے روضہ سے آواز آئی کہ میں نے آپ سے ملاپ کرلیا

امیر حسن علا سجزی فرماتے ہیں کہ: شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں بھی حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ برسات نہیں ہوئی ان سے اصرار کیا گیا کہ بارش کی دعا فرمائیں وہ منبر پر آئے بارش کی دعا پڑھی، اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہا، اے اللہ! اگر تو نے بارش نہ برسائی تو میں آئندہ کسی آبادی میں نہیں رہوں گا، یہ کہا اور منبر سے اتر گئے، اللہ تعالیٰ نے باران رحمت سے نوازا۔ اس کے بعد سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ملاقات کی، اور یہ بات کہی کہ ہمارا آپ کے بارے میں اعتقاد ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کو حق تعالیٰ سے پورا نیاز حاصل ہے، لیکن یہ آپ نے کیا کہا کہ

اگر تو نے بارش نہ برسائی تو میں آئندہ کسی آبادی میں نہیں رہوں گا، اگر بارش نہ ہوتی تو آپ کیا کرتے حضرت نظام الدین المؤ ید نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ اللہ بارش برسائے گا، اس پر سید قطب الدین نے پوچھا کہ آپ یہ کیسے جانتے تھے کہ بارش برسائے گا؟ بولے کہ ایک دفعہ میرا سید نورالدین مبارک نوراللہ مرقدہ سے سلطان کے سامنے اونچی جگہ اور نیچے جگہ بیٹھنے پر جھگڑا ہوا تھا، میں نے ایسی باتیں کہی تھیں جس سے ان کو کوفت ہوئی تھی، جس وقت مجھ سے بارش کی دعا کے لیے کہا گیا تو میں ان کے روضہ پر گیا اور کہا کہ مجھ سے بارش کی دعا کے لیے کہا گیا ہے، اور آپ مجھ سے رنجیدہ ہیں، اگر آپ مجھ سے ملاپ نہیں کریں گے تو میں دعا نہ مانگ سکوں گا! ان کے روضہ سے آواز آئی کہ میں نے آپ سے ملاپ کرلیا آپ جائیں اور دعا مانگیں۔ (فوائدالفواد،ص/452.53)

کیابزرگوں کےمرقدپرجاتےہیں توان کوآپ کےجانےکی خبرہوتی ہے؟

خواجہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے جاتا تھا، اثنائے راہ میں میرے دل میں گزرا کہ جو شخص ان بزرگوں کی زیارت کیلئے جاتا ہے انہیں اس شخص کی کچھ خبر ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی تھی، اور میں شیخ کے مرقد مبارک کی طرف چلا جا رہا تھا جب میں روضۂ مقدسہ کے قریب پہنچ کر مشغول ہوا تو اس مشغولی کے اثناء میں روضۂ متبرکہ سے یہ بیت میں نے سنی ۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن

من آیم بجان گرتو آئی بہ تن (سیرالاولیاء ص/75)

خود کی طرح مجھے بھی زندہ جانو! تم جسم کے ساتھ اگر آئے تو میں روح کے ساتھ آتا ہوں۔

تمام لوگوں میں سب سے عقلمند کون ہے؟

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یا چار چیزیں ایسی ہیں جن کی بابت سات سو پیروں سے سوال کیا گیا اور سب نے ایک ہی جواب دیا کہ من اعقل الناس؟ تمام لوگوں میں سب سے عقلمند کون ہے؟ اس کا جواب دیا کہ تارک الدنیا یعنی دنیا کو ترک کرنے والا۔ دوسرا یہ کہ ومن اکیس الناس؟ یعنی تمام لوگوں میں سب سے بڑا بزرگ کون ہے؟ جواب دیا گیا الذی لا یتغیر بشئ یعنی جو کسی چیز سے متغیر نہ ہو، تیسرے یہ کہ ومن اغنی الناس۔ یعنی تمام لوگوں سے زیادہ مالدار اور دانشمند کون ہے؟ جواب دیا گیا القانع قناعت کرنے والا۔ چوتھے یہ کہ من افقرالناس؟ یعنی سب لوگوں سے زیادہ محتاج کون ہے جواب دیا گیا کہ تارک القناعۃ قناعت ترک کرنے والا۔ (سیر الاولیاء صفحہ 99)

اللہ تعالیٰ کب شرماتے ہیں؟

حضرت خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ یستحی من العبد ان یرفع الیہ یدیہ و یردھا خائبین۔

اللہ تعالیٰ کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر سوال کرے اور وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔ (بحوالہ مذکورہ)

جب سلطان الہند خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے شیخ رسان کے روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا تو کیا ہوا؟

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مولانا رشید نغزی کی زیارت سے فراغت

کر کے واپس آتا تھا کہ ان کے حظیرہ کے متصل ایک کوچہ پڑتا تھا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ مست اور نشہ بازوں کی طرح جھومتا ہوا آتا ہے اور نہایت بے ضابطگی کے ساتھ آتا ہے اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل میں خطرہ گذرا کے مبادا اس شخص سے کوئی صدمہ پہنچے چنانچہ، اس خیال سے دوسری طرف مڑ گیا وہ بھی مجھے دوسری طرف جاتے دیکھ کر راستہ سے منحرف ہوا اور جس طرف میں مڑا تھا اسی طرف روانہ ہوا۔ آخر کار میں نے خدا تعالی کی طرف گریز کیا اور کارساز حقیقی کی طرف التجا لے گیا اتنے میں اس شخص نے مجھے آلیا اور سلام کر کے معانقہ کیا، میرے سینے کو بوسہ دیا، اور کہا، الحمدللہ کہ اس سینہ میں ہنوز مسلمانوں کی بو باقی ہے یہ کہہ کر چلا گیا، جب میں نے مڑ کر دیکھا تو کسی کو نہیں پایا۔ اور وہ واقعتہً غائب ہو گیا۔ لیکن شیخ نصیرالدین محمود اس روایت کو یوں نقل کرتے ہیں کہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں ایک دن میں دروازہ پل کے نزدیک چلا جاتا تھا اور نہایت مایوسی اور ناامیدی کی حالت میں تھا اپنے دل میں کہتا جاتا تھا نظام تو کہاں اور خدا کی محبت کہاں، اسی نیت سے میں شیخ رسان کے روضہ پر پہنچا اور وہاں چلہ میں بیٹھا۔ جب چلہ تمام کر چکا تو وہاں سے واپس آنے کا قصد کیا، شیخ رسان کے روضہ پر ایک خشک درخت تھا جو اس چالیس روزے کے عرصہ میں میرے دیکھتے دیکھتے ہرا اور تازہ ہو گیا تھا، چلتے وقت میں نے شیخ رسان کے روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ شیخ! اس خشک درخت کا حال چالیس روز میں بدل گیا، لیکن میری حالت اس عرصہ میں ذرا بھی نہیں بدلی، یہ کہکر گھر کی طرف روانہ ہوا اثنائے راہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ لڑکھڑاتا ہوا چلا آرہا ہے، مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص مست اور نشہ میں جھومتا آتا ہے میں اس سے بچ کر دوسری طرف مڑ گیا لیکن اس نے میری ہی طرف میل کیا۔ یہاں سے بھی میں منحرف ہوا اور

اس نے اس دفعہ بھی میرا پیچھا کیا اس وقت میں نے دل میں کہا نظام! اب خدا کی طرف گریز کراور اس کی جناب میں التجا لے جا، یہ سوچ کر میں خود اس کی طرف بڑھا اور جب نزدیک پہنچا تو دونوں ہاتھ نیچے کئے اور اس شخص کے گلے لگ گیا، اس کے سینے اور منہ سے عطر کی خوشبو آتی تھی، حالت معانقہ میں اس شخص کی زبان سے نکلا اے! صوفی تیرے سینہ سے محبت خداوندی کی بو آتی ہے یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ (سیر الاولیاء صفحہ 174)

جب سلطان الہند نے والدہ کے روضہ پر جا کر عرض کیا کہ بادشاہ وقت مجھے ایذاء پہنچانا چاہتا ہے، اگر آئندہ ماہ تک اس کا کام تمام نہ ہوا تو میں پھر کبھی تمہاری زیارت کو نہ آؤں گا

صاحب سیر الاولیاء محمد ابن مبارک کرمانی لکھتے ہیں: کہ جس زمانہ میں سلطان علاء الدین خلجی کے فرزند سلطان قطب الدین نے جناب سلطان المشائخ کے ساتھ منازعت کرنی چاہی تو آپ اپنی والدہ محترمہ کے مرقد کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے، سلطان قطب الدین نے جو سلطان المشائخ سے جھگڑا کیا اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ سلطان قطب الدین نے اپنے عہد حکومت میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی تھی، جب وہ بن بنا کر تیار ہوگئی تو اول جمعہ میں شہر کے تمام مشائخ وعلماء کو مدعو کیا کہ اس جمعہ کے دن اس نوتعمیر مسجد میں نماز ادا کریں، سلطان المشائخ کے پاس جب یہ پیام پہونچا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مکان کے پاس ہی مسجد ہے اور وہ اس بات کا زیادہ استحقاق رکھتی ہے کہ ہم اسی میں نماز جمعہ ادا کریں۔

چنانچہ آپ نوتعمیر مسجد میں جسے مسجد میری کہتے تھے، تشریف نہیں لے گئے۔

دوسرا سبب یہ تھا کہ ہر مہینے کی یکم تاریخ کو سلطان قطب الدین کے دربار میں یہ رسم

مقرر تھی کے تمام ائمۂ وقت اور مشائخ عصر اور دربار کے امراء و وزراء ماہ نو کی مبارک بادی اور تہنیت کی رسم ادا کرنے کیلئے جمع ہوتے تھے، اور بادشاہ کو مبارکبادی دیتے تھے، لیکن سلطان المشائخ اس کے دربار میں نہ جاتے تھے، بلکہ اقبال خادم کو اپنے طرف سے بھیج دیا کرتے تھے۔

مدعیوں اور حاسدوں کو اپنی عداوت کے بخار نکالنے اور بادشاہ وقت سے شکایت کرنے کا اچھا موقع مل گیا۔ سلطان قطب الدین سے بیان کیا گیا کہ آپ نے جو سلطان المشائخ کی نسبت فرمان جاری کیا تھا انہوں نے اس کی تعمیل نہیں کی، جمعہ کی نماز کیلئے مسجد میری میں نہیں آئے اور کہلا بھیجا کہ ہم اپنے ہی محلہ کی مسجد میں جمعہ ادا کریں گے۔ علاوہ ازیں ماہ نو کی تہنیت میں جس طرح اور مشائخ اور ائمۂ وقت حاضر ہوتے ہیں وہ نہیں آتے بلکہ اپنی طرف سے ایک غلام کو بھیج دیتے ہیں، جس سے بادشاہ کی کسر شان ہوتی ہے، سلطان قطب الدین کی غیرت وحمیت کی آگ حرکت میں آئی، اور بادشاہی غرور ونخوت جہاں بانی کے زور نے اسے اس پر آمادہ کیا کہ نہایت گستاخی اور بے ادبی کے ساتھ کہہ بیٹھا کہ اگر اب کے غرہ میں سلطان المشائخ نہ آئیں گے تو میں انہیں قانون کے زور سے بلاؤں گا، اور نہایت بد سلوکی سے پیش آؤں گا، سلطان المشائخ کے مخلص اور بے ریا معتقدوں نے جو بادشاہ کے مقرب تھے اور جن کی سلطانی دربار میں بہت عزت ہوتی تھی، سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوکر بادشاہ کے اس ارادہ سے مطلع کیا۔ سلطان المشائخ نے کچھ جواب نہیں دیا اور والدہ محترمہ کے روضۂ متبرکہ کی زیارت کو تشریف لے گئے اور کہا کہ بادشاہ وقت میری ایذا کے درپے ہے اور مجھے سخت مصیبت وتکلیف پہنچانا چاہتا ہے، اگر ماہ آئندہ تک جس پر اس نے مجھے ایذا پہونچانا منحصر کر رکھا ہے اس کا کام تمام نہ ہوجائے گا تو میں پھر کبھی تمہاری زیارت کو نہ آؤں گا، اور یہ اس راز ونیاز کے طور پر کہا جو حالت زندگی میں اپنی والدی کے ساتھ رکھتے تھے، الغرض وہاں سے لوٹ کر دولتخانہ پر تشریف لائے۔ آپ کے یار اور خدمتگار

بادشاہ کی اس بات سے نہایت پریشان تھے اور ہر وقت غم میں گھٹتے رہتے تھے۔ اور جوں جوں مہینہ قریب آتا جاتا تھا عزیزوں اور مخلصوں کے تفکرات بڑھتے جاتے تھے، لیکن سلطان المشائخ اس بھروسہ پر کہ میں اپنی والدہ مکرمہ سے عرض کرآیا ہوں نہایت اطمینان اور دلجمعی سے سجادۂ کرامت پر بیٹھے ہوئے منتظر رہتے تھے کہ پردۂ غیب سے کیا حادث ہوتا ہے، اب چاند ہوگیا ہے اور لوگ اس انتظار میں ہیں کہ کل چاند کی پہلی تاریخ ہے، سلطان المشائخ بادشاہ وقت کی طرف سے بلائے جائیں گے۔ خدا کی شان کے چاند رات کو ناعاقبت اندیش بادشاہ کی جان پر آسمان سے بلا ٹوٹ پڑی، خسرو خان نے جو سلطان المشائخ کے بدخواہ بادشاہ کا قدیم دشمن تھا اس کا سر تیغ تیز سے جسم سے جدا کر دیا اور تن بے سر محل کے اوپر سے نیچے ڈال دیا، سر کو نیزہ پر علم کیا اور تمام مخلوقات پر ظاہر کرنے کیلئے ایک اونچے مقام پر لٹکا دیا، غرضیکہ سلطان قطب الدین جان سے مارا گیا اور اس نے اپنی اس گستاخی کا بہت جلد مزہ چکھ لیا، جو سلطان المشائخ کی جناب میں کی تھی، شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں ؎

اے روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش
با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

اے ضعیف لومڑی! تو اپنی جگہ کیوں نہیں بیٹھی، تو نے شیر سے مقابلہ کیا اور اپنی سزا دیکھی۔ (سیر الاولیاء ص/175)

جب شیخ قطب الدین منور نے اپنے والد کی قبر پر جا کر عرض کیا کہ میں آپ کے بتائے ہوئے گھر اور گوشہ سے باختیار خود نہیں نکلا ہوں

جس زمانہ میں سلطان محمد تغلق ہانسی کے علاقہ میں گیا اور بنسی میں نزول اجلال فرمایا جو ہانسی سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے، تو نظام الدین عرف مخلص الملک جو ظلم وستم کی

مجسم تصویر تھا ہانسی کے قلعہ کا جائزہ لینے پہنچا تا کہ قلعہ کی درستی وخرابی کی کیفیت معلوم کرے، جب نظام الدین تلاش وتفتیش کرتا ہوا شیخ قطب الدین منور کے مکان کے قریب پہنچا تو لوگوں سے دریافت کیا یہ کس کا مکان ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ سلطان المشائخ کے معزز خلیفہ قطب الدین منور کا ہے۔ کہا تعجب کی بات ہے کہ یہاں بادشاہ آئے، اور یہ شیخ اس کی ملاقات کو نہ جائے، الغرض جب نظام الدین قلعہ کی کیفیت معلوم کر کے بادشاہ کے پاس پہنچا اور واقعی حال بیان کیا تو اثنائے گفتگو میں یہ بھی بیان کیا کہ یہاں سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے ایک رہتا ہے، مگر افسوس ہے کہ بادشاہ کی زیارت کو نہیں آیا، بادشاہ کی نخوت وغرور کی رگ حرکت میں آئی اور اس نے فوراً شیخ حسن سر برہنہ کو جو سر سے پاؤں تک صورت جاہ وتکبر تھا، شیخ قطب الدین منور کے لانے کیلئے بھیجا۔ حسن سر برہنہ شیخ قطب الدین منور کے مکان کے متصل پہنچا تو اپنے ہمرائیوں کو مکان سے دور چھوڑ دیا اور تنہا پیادہ پا آکر شیخ کے مکان کی دہلیز میں زانو پر سر رکھ کر بیٹھ گیا اور اس طرح بیٹھا کہ کوئی شخص اسے دیکھ نہ سکے، اس بات کو تھوڑا عرصہ گزر گیا، شیخ منور باورچی خانہ کے کوٹھے پر جو دہلیز کے پاس ہی تھا مشغول بحق تھے، جب مشغولی سے فارغ ہوئے تو نور باطن سے معلوم کیا کہ حسن سر برہنہ دہلیز میں بیٹھا ہوا ہے، آپ نے شیخ نورالدین سے فرمایا کہ ایک آنے والا شخص دروازہ کے پاس منتظر ہے، اسے طلب کر کے یہاں لے آؤ، شیخ زادہ دہلیز میں آیا تو شیخ سر برہنہ کو اسی ہیئت پر بیٹھا پایا، اس پر شیخ زادہ نے فرمایا کہ تمہیں شیخ بلاتے ہیں۔ حسن سر برہنہ شیخ قطب الدین منور کی خدمت میں آیا اور سلام کے بعد مصافحہ کر کے بیٹھ گیا، پھر کہا کہ حضور کو بادشاہ نے یاد کیا ہے، شیخ منور نے فرمایا کہ اس بلانے میں مجھے اپنا مختار کیا ہے کہ نہیں؟ حسن نے جواب دیا نہیں، بلکہ مجھے شاہی حکم

ہوا ہے کہ آپ کے پاس آؤں اور بادشاہ کے پاس لے جا کر حاضر کروں، فرمایا کہ الحمدللہ کہ میں اپنے اختیار سے بادشاہ کے پاس نہیں جاتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنا منہ مبارک اہل خانہ کی طرف آ گے فرمایا کہ میں نے تمہیں خدا کو سونپا، یہ کہکر مصلا کندھے پر ڈالا، لکڑی ہاتھ میں لی اور پیادہ پا روانہ ہو گئے، جب آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے حظیرے کے پاس پہونچے تو شیخ سر برہنہ سے کہا اگر تم کہو تو میں اپنے بزرگوں کی زیارت کروں۔ کہا بہتر ہے، شیخ منور اپنے جدّ بزرگوار اور واجب الاحترام والد کی قبروں کی پائنتی کی طرف گئے، اور زیارت کے بعد عرض کیا کہ میں آپ کے بتائے ہوئے گوشہ اور اپنے گھر سے باختیار خود نہیں نکلا ہوں، بلکہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے آدمی مجھے کشاں کشاں لئے جاتے ہیں، مجھے بجز اسکے کسی بات کا افسوس نہیں کہ چند بندگان خدا کو بے خرچ اور بغیر کسی ظاہری بھروسہ کے چھوڑے جاتا ہوں، یہ کہکر وہاں سے چل کھڑے ہوئے، جب روضہ سے باہر آئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ کافی مقدار چاندی ہاتھ میں لئے کھڑا ہے، شیخ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ حضرت میں نے منت مانی تھی، میرا مطلب حاصل ہو گیا۔ یہ آپ کی خدمت میں شکرانہ لایا ہوں، شیخ نے اس شکرانہ کو قبول کر کے فرمایا: میرے گھر والے بے خرچ ہیں اس رقم کو انہیں پہنچا دے۔ خلاصہ یہ کہ جب شیخ مقام ہنسی میں پیادہ پہنچے جو ہانسی سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر واقع تھا، تو سلطان کو شیخ کے آنے کی خبر ہوئی اور شیخ حسن سر برہنہ نے جو معاملہ اس بزرگ کا اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بے کم و کاست بادشاہ سے ظاہر کر دیا، لیکن بادشاہ نے انتہا درجہ کے تکبر و نخوت کی وجہ سے اغماض کیا اور شیخ کو اپنے سامنے طلب کر کے روانہ دہلی ہو گیا۔ دہلی میں پہنچ کر دوبارہ شیخ کو ملاقات کیلئے طلب کیا، جب شیخ بادشاہ کی ملاقات کو جانے لگے تو آپنے سلطان السلاطین

فیروز شاہ خلد اللہ ملکہ وسلطانہ سے ملکر پوچھا جو اس زمانہ میں نائب باربک تھے کہ ہم درویش لوگ ہیں بادشاہوں کی مجلس میں جانے اوران سے باتیں کرنے کے آداب نہیں جانتے تم جیسا اشارہ کرو ویسا کیا جائے، اس بادشاہ حلیم وکریم نے شیخ کے جواب میں کہا کہ چوں کہ میں نے سنا ہے کہ چغلخوروں نے آپ کی بابت بادشاہ سے بہت سی بیہودہ باتیں لگائی ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ بادشاہوں اورسلاطین کی طرف مطلق ملتفت نہیں ہوتے اوران کی ذرہ بھی مراعات نہیں کرتے۔

اگر واقعی میں ایسا ہی ہے تو میں مشورہ دیتا ہوں کہ بادشاہ کی خدمت میں تواضع اورنرمی و اخلاص کرنا چاہئے، غرض کہ آپ بادشاہ کی طرف چلے، جس اثناء میں شخص سلطان کی طرف جا رہے تھے شیخ زادہ نورالدین شیخ کے پیچھے پیچھے چلے جارہے تھے ان کے دل میں بادشاہ کے دربار کے امراء ووزراء کے ہجوم نے رعب ڈالا اور درباری ہیبت نے اس قدر اثر کیا کہ دل قابو سے نکل گیا اوراس کی وجہ یہ تھی کہ شیخ زادہ کم عمر اور ناتجربہ کارتھا۔ کبھی بادشاہوں کا دربار نہ دیکھا تھا اورسلاطین کی شوکت وعظمت کا مشاہدہ نہ کیا تھا، اسی اثنا میں شیخ قطب الدین منورنور باطن سے شیخ زادہ کے احوال پر مطلع ہوئے اورسر نیچے کر کے فرمایا۔ بابا نورالدین العظمۃ والکبریاءللہ۔ یعنی ساری عظمت و بزرگی خاص خدا کے لئے ہے۔ جوں ہی شہزادہ کے کان میں یہ لفظ پڑے باطن میں ایک طرح کی تقویت ظاہر ہوئی اوراطمینان وتسلی ظاہر ہوئی حتی کہ وہ رعب وہیبت دل سے بالکل جاتا رہا اوردربار کے امراء ووزراء ان کی نظر میں بکریوں جیسے معلوم ہونے لگے۔ چوں کہ بادشاہ کو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ اس وقت شیخ تشریف لائیں گے لہذا وہ بیٹھے بیٹھے دفعتہً کھڑا ہوگیا۔ اورکمان ہاتھ میں لے کر تیر اندازی میں مشغول ہوا۔ یہاں تک کہ شیخ قطب الدین منورقدس اللہ سرہ العزیزتشریف لائے۔

جب بادشاہ نے شیخ کے فراخ اورنصیبہ ور پیشانی میں مردان حق کی علامتیں دیکھیں تو بڑے درجہ کی تعظیم سے پیش آیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، شیخ نے مصافحہ کرتے ہوئے بادشاہ کا ہاتھ ایسی مضبوطی کے ساتھ پکڑا کے پہلی ہی ملاقات میں ایسا جبار وقہار بادشاہ جس نے اولیاء خدا کو تیغ ظلم سے خاک وخون میں ملایا تھا بہ دل معتقد ہو گیا اور کہا مجھے صرف اس بات کا رنج اور رنج کے ساتھ افسوس ہے کہ میں آپ کے شہر میں گیا اور آپ نے کسی قسم کی تربیت نہیں فرمائی، اوراپنی ملاقات سے مشرف اور معزز نہیں فرمایا۔ شیخ نے فرمایا اول تو آپ ہانسی کو دیکھئے پھر اس درویش بچہ کی طرف نظر کیجیے۔ یہ درویش اس قدر وقعت نہیں رکھتا کہ بادشاہوں کی ملاقات کو جائے ہاں تنہا گوشہ میں بیٹھ کر بادشاہ اور تمام مسلمانوں کی دعاء گوئی میں مشغول رہتا ہے اور جب یہ ہے تو مجھے اس عتاب سے معذور رکھنا چاہیے۔ سلطان محمد کا دل شیخ قطب الدین منور کے اخلاق وصفات اور آپ کی دلکشا تقریر سے جو تصنع اور بناوٹ سے محض خالی تھی موم کی طرح پگھل گیا۔

سلطان السلاطین فیروز شاہ کو جو جبلی حلم اور فطری اخلاق سے موصوف تھے حکم کیا کہ جو شیخ کا مطلوب ومقصود ہو اس کی فوراً تعمیل کی جائے۔ شیخ قطب الدین منور نے فرمایا کہ خداوند عالم مجھ فقیر کا مقصود ومطلوب وہی اپنے آباؤ اجداد کا کونہ ہے، چنانچہ اس کے بعد شیخ کو نہایت اعزاز واحترام کے ساتھ رخصت کیا گیا اور آپ وہاں سے پلٹ کر ہانسی میں تشریف لائے۔

منقول: ہے کہ اعظم ملک کبیر معظم کہتا تھا کہ سلطان محمد مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ زمانہ میں جس نے بھی مصافحہ کے وقت میرا ہاتھ پکڑا ضرور اس کا ہاتھ کانپنے لگا، مگر بزرگ شیخ منور نے اپنی دینی قوت سے میرا ہاتھ نہایت مضبوطی سے پکڑا اور ذرہ لرزہ واقع نہیں ہوا، مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ بزرگ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کی باتیں حاسدین نے مجھ تک

پہنچائی ہیں، میں ان کی پیشانی سے دین کی ہیبت سے مرعوب ہوااور صاف تاڑ گیا کہ یہ نہایت بزرگ شخص ہیں، اس کے بعد بادشاہ نے سلطان السلاطین فیروز شاہ کواور مولانا ضیاء الدین برنی کو شیخ منور کی خدمت میں ایک لاکھ تنکہ دے کر بھیجا کہ شیخ کے حضور میں بطریق نذر پیش کریں شیخ منور نے فرمایا۔نعوذ باللہ کہ یہ درویش لاکھ تنکہ قبول کرے۔

جب یہ دونوں صاحب شیخ سے رخصت ہوکر سلطان کی خدمت میں آئے اور بیان کیا کہ شیخ آپ کے اس عطیہ کوقبول نہیں فرماتے توحکم ہوا کہ اچھا پچاس ہزار تنکہ جاکردو، دونوں بزرگ پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے انہیں بھی قبول نہیں کیا، زاں بعد بادشاہ نے فرمایا کہ اگر شیخ یہ مقدار بھی قبول نہ فرمائیں گے توخلق مجھے کیا کہے گی میری سخت بے عزتی ہو گی، اور لوگ مجھے نظر حقارت سے دیکھیں گے، جب اس گفتگو نے طول پکڑا تو سلطان السلاطین فیروز شاہ اور مولانا ضیاء الدین برنی نے مجبور ہوکر وہ تنکے پیش کئے اور کہا ہم بادشاہ کے سامنے اس مقدار سے کم ہرگز بیان نہیں کرسکتے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شیخ اس قدربھی قبول نہیں فرماتے، پس آپ کو ضرور قبول کرنا پڑے گا، شیخ نے فرمایا کہ سبحان اللہ درویش کو صرف دوسیر کھچڑی اور ایک دانگ گھی کفایت کرتا ہے، وہ ہزاروں لے کر کیا کرے گا،لیکن اس کے بعد آپ نے مخلصوں کے کمال اصرار والحاح اور بادشاہ کے دفع مضرت کیلئے دو ہزار تنکہ بہزار حیلہ قبول کئے اور اس میں سے اکثر حصہ تو سلطان المشائخ اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیارؒ کے روضہ اقدس اور شیخ نصیرالدین محمودؒ کی خدمت میں بھیجا اور جو باقی رہا اسے ہر کس وناکس کوتقسیم کردیا، پھر چند روز کے بعد عظمت وکرامت اور نہایت رفعت وعزت کے ساتھ ہانسی کی جانب روانہ ہو گئے۔ (سیر الاولیاء ص/ 271)

راقم حاضر کہتا ہے کہ: شیخ سعدی نے ایسے ہی اہل اللہ کیلئے بجا فرمایا ہے ؎

گر قدم بر چشم ما خواہی نہاد

دیدہ در رہ می نہم تا میروی

اگر تو میری آنکھوں کے راستہ آنا چاہے میں آنکھوں کی پتلیاں راستہ میں بچھاؤں گا۔

دیدہ سعدی ودل ہمراہ تست

تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

سعدی کی جان اور آنکھیں تیرے ساتھ ہیں، تجھے اکیلا ہونے کا خیال نہ ہونا چاہئے۔

جب علامہ وجیہ الدین پائلی کو حضرت خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کے اندر سے آواز آئی کہ ابو حنیفہؒ پائلی تم خوب آئے

علامہ زماں وجیہ الدینؒ جو زہد وورع، تقویٰ وطہارت، شدت مجاہدہ اور ترک وتجرید میں اپنے عہد میں نظیر نہیں رکھتے تھے اور ان تمام فضائل کا ثمرہ یہ تھا کہ آپ سلطان المشائخ قدس سرہ کی دولت ارادت سے مشرف ہو چکے تھے خود مولانا وجیہ الدین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں پانی پت جاتا تھا اثناء راہ میں ایک صوفی کو دیکھا اور دیکھتے ہی میرے دل میں ایک طرح کا انکار اس کی طرف سے پیدا ہوا صوفی بولا اے مولانا! تمہیں کوئی مشکل مسئلہ پوچھنا ہے تو پوچھو اور جو اشکال رکھتے ہو پیش کرو، میرے دل میں بہت سے علمی شبہات باقی رہ گئے تھے جو ہنوز صاف نہیں ہوئے تھے، چنانچہ میں نے ایک اشکال اس کے سامنے پیش کیا اور اس نے سب کے جواب دے اور نہایت شافی اور موجّہ جواب دئے، اور یہاں تک تفصیل کی کہ مجھے خاطر خواہ اطمینان ہو گیا۔ جب مسئلہ قضاء وقدر کی بحث چھیڑی گئی تو اس نے اس کا بھی جواب شافی عنایت فرمایا اور مباحثہ کے تمام ہونے کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ تم مرید کس

کے ہو؟ میں نے کہا کہ حضرت شیخ سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوں، یہ سن کر صوفی بولا کہ شیخ نظام الدین قدس للہ سرہ العزیز ہمارے قطب ہیں۔

ایک دفعہ مولانا وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے روضۂ مبارک کی زیارت کیلئے اجودھن تشریف لے گئے، جب آپ روضہ کے قریب زمین بوس ہو کر بیٹھے تو روضۂ مبارک کے اندر سے آواز آئی کہ ابوحنیفہؒ پائلی تم خوب آئے۔

مولانا وجیہ الدین اپنے پاس کوئی کتاب نہیں رکھتے تھے،لیکن آپ کی ذہانت کی یہ کیفیت تھی کہ درس دیتے وقت بڑے بڑے نامی گرامی علماء آپ کی خدمت میں زانوے ادب تہ کرتے تھے۔آپ پڑھاتے وقت کوئی نسخہ ہاتھ میں نہیں لیتے تھے اور جس مرتبہ کسی بحث کی تقریر کرتے دوسری دفعہ اسی بحث کی ایک دوسرے پیرایہ میں تقریر کرتے جو پہلی تقریر سے زیادہ دلکش اور مؤثر ہوتی۔ (سیر الاولیاء،ص/310)

جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا وجیہ الدین کوفرمایا کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت کو چلے جائیں

علا کرمانی میر خورد فرماتے ہیں: مولانا وجیہ الدین کو حضرت محترم خضر علیہ السلام سے ملاقات میسر ہوئی تھی اور آپ ان کے اشارہ کے مطابق سلطان المشائخ کی دولت ارادت سے مشرف ہوئے تھے،مولانا وجیہ الدین ہمیشہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جماعت خانہ میں سلطان المشائخ کے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے،ایک دن کوئی شخص آپ کی جوتیاں جماعت خانہ میں سے لے گیا،سلطان المشائخ کو خبر ہوئی تو آپ نے اپنے پاؤں مبارک کی جوتیاں مولانا کو عنایت کیں کہ، انہیں پہن کر گھر جائیں،

مولانا نے حضور کے پاؤں مبارک کی جوتیاں ہاتھ میں لیں اور انہیں چومتے ہوئے باہر تشریف لائے، باہر آکر سر مبارک سے عمامہ اتارا اور اس میں جوتیاں لپیٹ کر سر پر بدستور رکھ لیا اور ننگے پاؤں گھر کی جانب روانہ ہوئے، یاروں میں سے ہر ایک شخص نے کہا کہ مولانا سلطان المشائخ نے اپنے پاؤں مبارک کی جوتیاں اس لیے عنایت فرمائی ہیں کہ برہنہ تشریف نہ لے جائیں، مولانا وجیہ الدین نے جواب دیا کہ صاحبو! یہ سر کا تاج ہے جسے آج سلطان المشائخ نے مجھے ارزانی فرمایا ہے مجھے یہ کب طاقت ہے کہ اس سعادت کو پاؤں میں پہنوں بلکہ سر پر رکھ کر گھر جاتا ہوں۔ الغرض جب لوگوں نے آپ کی یہ کیفیت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی اور تمام واقعہ سرتا پا بیان کیا کہ مولانا وجیہ الدین نے ایسا ایسا کیا تو حضور نے فرمایا کہ مولانا وجیہ الدین سے کہہ دینا چاہیے کہ ابھی شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کو چلے جائیں، چنانچہ مولانا شیخ الاسلام قطب الدین بختیارؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور خواجہ کے مقبرہ متبرکہ میں اپنی جوتیاں پائیں۔ جب آپ زیارت سے فارغ ہوکر سلطان المشائخ کی خدمت میں آرہے تھے تو باغات کرہ میں پہنچے وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا آدمی جو زاہدوں کی صورت اور عابدوں کے لباس میں تھا کندھے پر مصلی ڈالے ہوئے عصا ہاتھ میں لیے ہوئے تسبیح گردن میں ڈالے ہوئے سامنے آیا اور سلام کر کے بیان کرنا شروع کیا کہ میں ایک مسافر شخص ہوں دور دراز سے آیا ہوں میرے دل میں چند علمی بحث کی بابت اشکال وشبہ باقی ہے میں چاہتا ہوں کے انہیں آپ سے حل کراؤں۔ مولانا وجیہ الدین اس کے سوالات کے جوابات دیتے جاتے اور دریائے حیرت میں مستغرق ہوتے جاتے تھے، کہ باوجودیکہ یہ شخص باشندہ شہر نہیں ہے بلکہ گاؤں کا رہنے والا معلوم ہوتا ہے پھر اسے اس قدر علوم کہاں سے حاصل ہوگئے، جب وہ بحث سے فارغ ہوا تو مولانا وجیہ الدین سے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا سلطان المشائخ نظام

الحق والدین کی خدمت میں ۔اس نے کہا سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کو میں نے بار ہا دیکھا ہے وہ چنداں علمی مذاق رکھتے ہی نہیں بلکہ معمولی استعداد کے آدمی ہیں تم باوجود اس قدر علم وفضل کے ان کے پاس کیوں جاتے ہو۔مولانا نے جواب دیا کہ اے مولانا آپ کیا فرماتے ہیں سلطان المشائخ عالم متبحر اور فاضل اجل ہیں، ان کا باطن مبارک علم لدنی سے آراستہ ہے اس شخص نے دوبارہ کہا کہ میں نے بہت دفعہ سلطان المشائخ سے ملاقات کی ہے اوراکثر مناظرہ کیا ہے وہ چنداں علم نہیں رکھتے تم ان کے پاس ہرگز نہ جاؤ۔مولانا وجیہ الدین نے فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔مولانا میرے سامنے اس قسم کی باتیں نہ کہو، جوں ہی مولانا وجیہ الدین کی زبان مبارک سے کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ نکلا وہ شخص جو ابھی آپ کے پاس کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا دور ہو گیا، مولانا وجیہ الدین نے دوبارہ کلمہ لاحول پڑھا وہ اور دور ہو گیا اب مولانا کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص شیطان ہے،آپ نے متواتر کلمہ لاحول پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ شخص آنکھوں سے غائب ہو گیا جب مولانا وجیہ الدین شیخ المشائخ کی خدمت میں پہنچے تو قبل اس کے کہ آپ یہ عرض کریں سلطان المشائخ نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا تم نے اس شخص کو خوب پہچان لیا ورنہ اس نے تو تمہیں راہ سے بے راہ کر ہی دیا تھا۔(سیر الاولیاء،ص/313)

اہل اللہ مردوں کو بحالت بیداری بھی دیکھ لیتے ہیں

صاحب روض الریاحین محدث ومؤلف علامہ یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مردوں کو دیکھنا خیر یا شر کی حالت میں یہ زندوں کیلئے ایک قسم کا کشف ہے، جو حق تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں،تا کہ بشارت ہو یا نصیحت ہو یا موتی کے واسطے کوئی بہتری ہو مثل ایصال ثواب یا ادائے قرض یا اور کوئی مصلحت ہوتی ہے اور یہ رویت کبھی خواب میں ہوتی ہے۔

یہ غالب ہے اور کبھی بیداری میں بھی ہوتی ہے، اور یہ اولیاء اللہ کی کرامت ہے جو بڑے مرتبے والے اہل حال ہیں، وہ موتی کو حالت بیداری میں دیکھتے ہیں، جب اللہ تعالی ان کو کسی حکمت سے بتانا چاہتے ہیں، اوراس کے بارے میں بہت صحیح حکایتیں ہیں کہ جن کا ذکر طویل ہے منجملہ ان کے ایک وہ ہے جس کو ہم نے آگے شیخ نجم الدین اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک میت سے سنا کہ کہہ رہا ہے، اے لوگو! تم تعجب نہیں کرتے کہ مردہ زندہ کو تلقین کرتا ہے، جبکہ اس کے سرہانے کوئی شخص تلقین کے لیے کھڑا ہوتا ہے، ایک یہ ہے کہ ایک نیک شخص نے مجھ سے شیخ عارف باللہ صاحب المقامات ابوالذبیح اسماعیل ابن محمد یمنی حضرمی سے روایت کی ہے کہ وہ بلادیمن میں کسی مقبرہ پر گزرے اور بہت روئے یہاں تک کہ ان پر بہت سخت رنج وغم طاری ہوا، اور پھر بہت ہنسے ،حتی کہ آثار فرحت وسرور ظاہر ہونے لگے، حاضرین اس واقعہ سے متاثر ہوئے، اوران سے وجہ دریافت کی کہ اس مقبرہ والوں کی حالت مجھ پر ظاہر کی گئی، میں نے دیکھا وہ لوگ معذب ہورہے ہیں، یہ دیکھ کر میں غمگین ہوا، اوررویا۔حق تعالیٰ کی درگاہ میں ان کیلئے تضرع وزاری کی، حکم ہوا کہ ہم نے ان کے حق میں تیری سفارش قبول کی، یہ سن کر قبر والے نے کہا کہ میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں اے اسماعیل! اورفلاں مغینہ ہوں۔اس پر مجھے ہنسی آئی اور میں نے کہا تو بھی ان کے ساتھ ہے، راوی کہتے ہیں کہ پھر شیخ نے گورکن سے دریافت کیا کہ یہ نئی قبر کس کی ہے؟ کہا فلاں مغینہ کی ہے جس کے واسطے شیخ نے دعا کی تھی۔(نزہتہ البساتین،جلداول،ص/190)

جب شیخ محمد نے اپنے مزار سے نکل کران کو بیعت سے سرفراز کیا

علامہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ مجھے بعض ثقات سے معلوم ہوا کہ شیخ محمد بن ابی بکر

حکمی اور شیخ ابوالغیث ابن جمیل قدس اللہ سرہما اپنے زمانہ میں ممتاز اور اہل یمن میں بڑے کامل عارف تھے،ان کی وفات کے بعد بعض فقراء ان سے بیعت کی نیت سے آئے ، چنانچہ شیخ محمد نے اپنے مزار سے نکل کر ان کو بیعت سے سرفراز کیا جو ان سے بیعت ہونے آئے تھے،اور ان سے عہد و پیمان کئے،جن کا ذکر طویل ہے۔اور شیخ ابوالغیث نے قبر سے ہاتھ نکالا اور ان لوگوں کو بیعت کیا، جو ان سے بیعت کرنے آئے تھے،اس کا بیان بھی طویل ہے،خدا ان پر رحم کرے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔(نزہۃ البساتین،ص/ 191)

اس قبر والے نے مجھ سے کہا کہ میں جنت کے ادنیٰ لوگوں میں سے ہوں

عارف باللہ علامہ یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: کہ مجھ سے بعض اہل علم نے فقیہ امام محب الدین طبری سے روایت کی کہ وہ شیخ عارف باللہ امام اسماعیل ابن محمد حضرمی کی صحبت میں رہتے تھے،محب الدین طبری نے فرمایا کہ ایک بار انہوں نے مجھ سے کہا اے محب الدین! تمہارا کلام موتٰی پر یقین ہے۔میں نے کہا ہاں۔اس قبر والے نے مجھ سے کہا کہ میں جنت کے ادنیٰ لوگوں میں ہوں،مؤلف کہتے ہیں کہ ایسی عالم بیداری اور خواب کی حکایات بہت زیادہ ہیں،اور منجملہ خواب کے ایک یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک شیخ کو جو عالم وصالح تھے،ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کے پاؤں میں دو خلخال ہیں، ہر ایک میں نصف سونا اور نصف چاندی ہے،لیکن دونوں میں کسی قسم کا جوڑ اور اتصال نہیں ہے،ان کی خوبصورتی دیکھ کر حیرت ہوتی تھی اور وہ اکڑ کر چل رہے تھے، پھر میں بیدار ہو گیا اور میں نے ان خلخالوں کے حسن کے کی انارت جن کو دست قدرت نے بنایا تھا کسی چیز میں نہیں پائی، اور میں نے ایک سنار سے دریافت بھی کیا کہ ایسی خلخال بنانا ممکن ہے، کہا کہ ہم کو اس کی قدرت

نہیں نہ ایسا کرنا ممکن ہے، کیونکہ اگر ہم سونا چاندی ملا کر زیور بنائیں گے تو ان کے درمیان فصل ضروری ہے، اس کے قول سے مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کی قدرت سے بنی ہوئی چیز مخلوق کی قدرت واختیار سے باہر ہے۔ (نزہۃ البساتین، ص/192)

جب اس فقیر نے قبر میں لیٹنے کے بعد آنکھ کھول کر کہا میں تیری قیامت میں ضرور مدد کروں گا

شیخ ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ان کے پاس ایک جماعت فقراء کی آئی ان میں سے ایک فقیر بیمار ہوا اور ایک مدت دراز تک بیمار رہا، ہمراہی اس کے تیمارداری سے تنگ آ گئے، اور ایک دن اس کی شکایت کی، شیخ نے اپنے نفس کے خلاف قسم کھائی کہ اس کی خدمت وہ آپ ہی کریں گے، اور ایسا ہی ایک مدت تک کیا، پھر وہ فقیر مر گیا، شیخ نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا اور نماز پڑھ کر دفنایا، جب قبر میں لٹا کر اس کے سر کا بند کھولا تو اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، پھر اس نے کہا اے ابو علی! مجھے اپنے مرتبہ کی قسم ہے میں قیامت میں تیری ضرور مدد کروں گا، جب کہ تو نے اپنے نفس کے مخالف ہو کر میری مدد کی۔ (نزہۃ البساتین، ص/193)

تم نہیں جانتے کہ محبان الٰہی نہیں مرتے اگرچہ ظاہر میں مر جائیں

شیخ ابو سعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا، ایک دن باب بنی شیبہ پر سے نکلا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت نوجوان کی لاش رکھی ہے، میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے، اور فرمانے لگے اے ابو سعید

!تم نہیں جانتے کہ محبان الہٰی نہیں مرتے ، اگرچہ ظاہر میں مرجائیں ، بلکہ وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کرتے ہیں۔

(دوسرا واقعہ) یعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میرے پاس ایک مرید مکہ میں آیا اور کہنے لگا اے استاد! کل ظہر کے وقت میں مرجاؤں گا یہ دینار لیجئے ، اور نصف سے میرا کفن اور نصف سے میرا دفن کیجئے، جب ظہر کا وقت آیا تو وہ شخص حرم میں آیا اور طواف کیا اور وہاں سے کچھ آگے بڑھ کر مر گیا، میں نے اسے غسل دے کر دفنایا، جب قبر میں رکھا گیا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا۔کیا مرے پر زندہ ہو رہے ہو! تو کہا میں زندہ ہی ہوں اور محبان خدا زندہ ہی رہتے ہیں۔ (نزہۃ البساتین، ص/ 194)

جب مولوی معین الدین نے اپنے والد کی قبر پر جا کر ان سے گفتگو کی

امیر شاہ خان صاحب حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں: کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات ہوئی) بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی ،سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے آرام ہو جاتا ،بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم، کئی مرتبہ ڈال چکا، پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہوگئی، اور ہماری مصیبت ہوگئی۔

یاد رکھو! کہ اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے، ایسی ہی پڑے رہیو، لوگ جوتا

پہنے تمہارے پاس ایسے ہی چلیں گے، بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا، جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا، پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کردیا۔ (ارواح ثلاثہ، ص/254)

جنت کی ایک حور نے میرے منہ میں گلاس لگائی تھی

بانی مظاہر العلوم سہارنپور حضرت مولانا مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ تھی کہ اپنے اوپر کے ہونٹ کو چاٹتے رہتے تھے، ایک شخص نے اس کا سبب دریافت کیا تو بتلایا نہیں۔ اس نے اصرار کیا تو فرمایا جس وقت انگریزوں سے شاملی میں لڑائی ہوئی اور مسلمانوں پر حملہ ہوا اندھیرے میں کچھ ساتھی جان بلب ہوگئے اور میں نے بھی گھٹنے میں گولی کھائی، (جس وجہ سے آپ کے پیر میں لنگ تھا) میں نے اس حالت میں حوروں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں گلاس ہیں اور مخصوص قسم کا شربت ان میں بھرا ہوا ہے جس کو میرے ان ساتھیوں کو پلارہی ہیں جو جاں بلب ہو چکے تھے اور ان کے بچنے کی کوئی توقع نہیں تھی، اس دوران ایک حور نے میری طرف بھی رخ کیا اور میرے منہ سے گلاس لگایا ہی تھا کہ دوسری حور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور کہا یہ ان میں سے نہیں جن کا انتقال ابھی ہوگا، اس وقت کچھ معمولی سا شربت میرے اوپر کے ہونٹ پر لگ گیا تھا جس کا ذائقہ اب تک موجود ہے، اور اسی وجہ سے میری یہ عادت ہے۔ (ملفوظات فقیہ الامتؒ قسط، 1 ص/94)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بے شک حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مجدد تھے

قارئین کرام! جملہ معترضہ کے طور پر یہ عنوان صرف آپ کے نفع کیلئے رقم کرتا ہوں قبول فرمالیں۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجددیت پر بحث کررہے تھے، بعض لوگ مخالفت کررہے تھے، بعض لوگ موافقت، اسی دوران رات میں ۱۲ بجے حضرت درس بخاری سے فارغ ہوکر واپس تشریف لائے تو میں نے لوگوں کی بحث کا تذکرہ کیا اور پوچھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مجدد تھے؟ نہایت سنجیدگی سے فرمایا: بے شک وہ مجدد تھے، انہوں نے ایسے وقت میں دین کی خدمت کی جبکہ دین کو بہت احتیاج تھی۔ (مولانا حسین احمد مدنی واقعات وکرامات کی روشنی میں، ص/158)

جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے گئے

قیام لاہور کے دوران میں آپ سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بغرض فاتحہ خوانی تشریف لے گئے، آپ وہاں صبح کو ایسے وقت پہنچے جبکہ زائرین کی کثرت تھی، آپ حسب معمول صاحب مزار کی پائنتی کی طرف قدر پیچھے ہٹ کر ہاتھ چھوڑے کھڑے ایصال ثواب میں مشغول ہوگئے، ڈاکٹر صاحب حضرت کے پیچھے کھڑے تھے کہ حضرت کو اس حالت میں کھڑے دیکھ کر ایک قوی ہیکل مجاور نے زوردار ہیبت ناک آواز سے پکارا کہ ہاتھ آگے باندھو، مگر حضرت کو آواز کی طرف مطلق التفات نہ ہوا، ڈاکٹر صاحب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور بدستور تند آواز میں یہی پکارتا رہا اور ہر مرتبہ اپنی آواز کو پہلے سے بلند کرتا رہا، لیکن حضرت بدستور ادھر متوجہ رہے، فاتحہ خوانی سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی شخصیت ہیں، عجب رعب ہے، وفات کے بعد بھی سلطنت کررہے ہیں، دوسرے روز صبح کے ناشتہ کے بعد آپ جہاں گیر کے مقبرہ پر تشریف لے گئے۔ نور جہاں کے مزار کو دیکھ کر فرمایا کہ اول یہیں چلیں، عوام

تواس قبر پرکم آئے ہوں گے، وہاں سے ہوکر جہاں گیر کے مزار پرتشریف لے گئے۔ بعدازاں لاہور کے دیگر تاریخی مقامات، شاہی مسجد، قلعہ، شالی مار باغ، خانقاہ میاں میر وغیرہ کو دیکھا، ڈاکٹر صاحب ان کی تاریخی حیثیت تاریخی واقعات وحالات بتاتے گئے، اور حضرت ہر چیز پر محققانہ نظر دوڑاتے گئے، اوراپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے۔ (بیس بڑے مسلمان، ص/353)

حضرت علی ہجویری ایک اور بھی ہیں

جناب احسان قریشی صابری پرنسپل گورنمنٹ کالج کمرشیل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ سیالکوٹ لکھتے ہیں کہ: راقم الحروف کو شیخ التفسیر سے عمر بھر میں صرف ایک ہی دفعہ ملنے کا اتفاق ہوااور ملاقات بھی ایسی ملاقات ہے جس پر ہزاروں ملاقاتیں قربان کی جاسکتی ہیں، چھ سات سال ہوئے کہ احقر نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی تھی کہ حضرت شیخ التفسیر نے اپنے کشف کی بنا پر فرمایا ہے کہ حضرت علی ہجویری کی قبر لاہور کے قلعہ میں ہے، میں اس خبر کو پڑھ کر حیران ہوااور دل میں ٹھان لی کہ کسی جمعرات کو لاہور جا کر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ سے ضرور ملاقات کروں گا، حضرت کی زیارت بھی ہوجائے گی اوراپنے دل کے شکوک بھی رفع کردوں گا۔

چنانچہ اگلی جمعرات کو لاہور روانہ ہوگیا حضرت اقدس مفتی حسن محمد کی خدمت میں حاضر ہوااحقر ان کے ہاتھ پر بیعت تھا۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا احمد صاحبؒ سے ملنا ہے اور فلاں بات کے متعلق دریافت کرنا ہے، مفتی صاحبؒ نے میری عرض سن کرفرمایا کہ میاں احسان! وہاں شوق سے جاؤ مگر ادب ملحوظ خاطر رہے، جتنا تم میرا ادب کرتے ہواس سے دس گناہ زیادہ ان کا ادب کرنا، یادرکھو! اس وقت سلسلہ عالیہ قادریہ کا کوئی اور ایسا شیر روئے زمین پر زندہ انسانوں میں موجود نہیں، جیسے مولانا احمد علی صاحبؒ

ہیں، تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے جیسے تمہیں ان کی باتوں کا یقین نہیں ہے، تم شوق سے ان سے سوالات پوچھو، مگر ادب ملحوظ رہے، مولانا احمد علی صاحب سے اونچی اوازمت نکالنا، تم انگریزی خواں انسانوں میں میں نے ایک کمی دیکھی ہے کہ جب کوئی شیخ پکڑتے ہوتو اس کا ادب تو بہت کرتے ہو لیکن دوسرے سلاسل کے بزرگوں کا ادب کما حقہٗ نہیں کرتے، میں نے مفتی صاحبؒ سے دستہ بستہ عرض کیا کہ حضرت! مولانا صاحبؒ کی جوتیوں کی خاک کو بھی اپنے سے افضل سمجھتا ہوں، آپ اطمینان رکھیں، احقر بڑے ہی ادب سے گفتگو کرے گا، القصہ، احقر نماز عصر کے وقت شیرانوالہ دروازہ کی مسجد میں حاضر ہوا اور حضرت نے پانچ منٹ تخلیہ میں بات کرنے کی اجازت دے دی، جب میں نے آپ کی خدمت میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا، قلعہ میں مدفون بزرگ اور بھاٹی گیٹ میں دفن شدہ بزرگ دونوں ایک ہی نام ایک ہی شہر اور ایک ہی محلہ کے رہنے والے ہیں اور میں دونوں کو اہل اللہ سمجھتا ہوں۔

میں سمجھا کہ حضرت اس کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے، چنانچہ میں نے اجازت چاہی، لیکن حضرت نے اجازت نہ دی، اور فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میری بات کا اعتبار نہیں آیا کہ ایک اور علی ہجویری بھی قلعہ میں مدفون ہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر میں ہاں میں جواب دیتا ہوں تو سوء ادب ہے، جس سے میرے مرشد نے منع فرمایا ہے، اگر نہ میں جواب دوں تو کذب ہے، فرمانے لگے آپ کس کے مرید ہیں؟

میں نے عرض کیا حضرت مفتی حسن محمد صاحب سے ارادت رکھتا ہوں، فرمایا آپ کے شیخ بزرگ ہیں، ان کے مدارج بڑے بلند ہیں، پھر فرمایا کہ میری بات صحیح تھی یا آپ کو میری بات میں شک ہے، میں نے عرض کیا کہ سوء ادب کی شماتت کی امان پاؤں تو عرض کروں؟ فرمایا نہیں نہیں، صاف صاف بات کریں اس میں کوئی سوء ادب نہیں، میں نے عرض کیا کہ مجھے شک ہے

کہ علی ہجویری نامی کوئی اور بزرگ موجود ہیں، حضرت نے فرمایا کہ آپ نے سچ کہا ہے آپ نے بات دل کھول کر کہی ہے، اب آپ اس طرح کریں کہ دو تین منٹ مراقبہ میں بیٹھیں اور دل میں اس بات کا غور کریں کہ علی ہجویری نامی کوئی اور بزرگ لاہور کے قلعہ میں مدفون نہیں ہیں، چنانچہ احقر نے آنکھیں بند کرلیں اور مراقبہ میں چلا گیا، ناگہاں دیکھتا ہوں کہ میں قلعہ لاہور میں بیٹھا ہوں ایک قبر شق ہوئی اور ایک سفید لباس نورانی صورت بزرگ وہاں سے نمودار ہوئے، اور فرمانے لگے: وہ علی ہجویری میرے ہم نام ہیں ہم شہر اور ہم وطن ہیں، اتنا فرما کر وہ بزرگ غائب ہوگئے، اور میں نے آنکھیں کھول دیں، حضرت اقدس لاہوری نوراللہ مرقدہ کے دست مبارک چومے اور واپس آگیا۔ فی الواقع حضرت اقدس کا کشف کامل تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو قلعہ والے بزرگ کی زیارت کرادی۔ (مولانا احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات، ص/383)

یہ قبر بالکل خالی ہے اس کے اندر کوئی میت نہیں

مولانا بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دودھو چک تحصیل شکر گڑھ میں ایک تبلیغی جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ شرکت کیلئے تشریف لے جارہے تھے، تانگہ میں اگلی سیٹ پر حضرت اقدس تشریف فرما تھے، جبکہ میں پیچھے بیٹھا تھا، کوچوان اگلی طرف نچلے حصہ میں بیٹھا تھا کہ تانگہ کا وزن برابر رہے، راستہ میں ایک سادہ اور پرانا مقبرہ آیا جس پر قبہ نما گنبد بنا ہوا تھا، جب تانگہ اس قبہ کے برابر سے آگے نکل گیا تو حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ نے فرمایا: مولوی بشیر! یہ قبر بالکل خالی ہے، اس کے اندر کوئی میت نہیں ہے، یہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے نہیں معلوم کہ یہ کس کا مقبرہ ہے اور کتنی مدت سے ہے۔ جب دودھو چک پہنچ گئے تو میں نے پیر بھائی مولانا حکیم عبدالحق صاحبؒ سے دریافت کیا

کہ فلاں دائرہ میں جو قبر ہے اس میں کون صاحب ہیں اور قبر کتنی پُرانی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نزدیک والے پنڈ گاؤں کا ایک بے دین بھنگی، چرسی افیونی ملنگ تھا، جس کی موت ضلع لائل پورا فیصل آباد کے کسی چک میں ہوئی تھی اور وہ وہیں دفن بھی کیا گیا تھا، اس کے چیلے چانٹوں نے باہمی مشورہ کر کے یہاں بھی اس ملنگ کی ایک ڈھیری بنا کر اس پر قبہ نما گنبد بنالیا اور اسی پر اب میلہ کرتے ہیں، یہاں کوئی بھی دفن نہیں ہے، مولوی عبدالحق صاحبؒ سے یہ واقعہ سن کر حضرت اقدس کے اس بلند مقام کشف پر حیران رہ گئے۔ (مولانا احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات، ص/332)

مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کہاں ہے؟

مولانا سید گل بادشاہ صاحب (مرحوم) کا بیان ہے کہ انہوں نے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں حضرت مولانا شمس الحق صاحبؒ افغان اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ کی موجودگی میں شہدائے بالاکوٹ کی بابت پوچھی تو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا: وہاں میں نے مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مزار پر مراقبہ کیا تو واقعی انہیں کا مزار تھا، لیکن جب سید احمد بریلویؒ کی قبر پر مراقبہ کیا تو صاحب قبر نے بتایا کہ میں سید احمد بریلوی نہیں ہوں، لوگ غلطی سے مجھے سید احمد بریلوی سمجھتے ہیں، میرا نام سید احمد ہے، مرد مومن میں سید احمد لکھا گیا ہے اول الذکر نام درست معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں اس قسم کے نام ہوتے ہیں، سید احمد اور احمد میں فرق بھی بہت کم ہے جس سے اشتباہ بعید نہیں۔ (مولانا احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات، ص/335)

محمد حسین کی قبر پر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا مراقبہ

سید امین گیلانی لکھتے ہیں کہ مرزا غلام نبی جانباز صاحب مرحوم نے بتایا کہ ان سے حاجی دین محمد مرحوم نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص محمد حسین جو حضرت کے مخلص عقیدتمندوں

میں سے تھا اور ایک بار حضرت کے ہمراہ عمرہ کرنے کا شرف بھی حاصل کر چکا تھا، لاہور میں اچانک بیمار ہو کر فوت ہو گیا، ہم نے دوسرے روز حضرت سے اس کی وفات کا ذکر کیا، حضرت نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے بعد فرمایا کہ مجھے بروقت اطلاع کیوں نہ دی، ہم نے عرض کیا کہ آپ کی ضعیفی اور ناسازی طبع کے پیش نظر پھر فرمایا چلو مجھے اس کی قبر پر لے چلو، قبر پر پہنچ کر حضرت نے دعا فرمائی، اور مراقبہ کیا پھر فرمایا محمد حسین کی حالت تو اچھی ہے، مگر پاؤں ننگے ہیں، وہ جو بیت اللہ سے کفن لایا تھا اتفاق سے چھوٹا نکلا اس لئے سر ڈھانپ دیا اور پاؤں ننگے رہنے دئے۔ ((مولانا احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات، ص/336)

جب حکیم سنائی کو ان کے والد نے ایک بزرگ کی قبر پر لے جا کر سامنے کھڑا کیا اور کہا اے خواجہ! آپ نے اس لڑکے کے حق میں جو کچھ فرمایا تھا آپ کا ارشاد خلاف نہیں

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خلیفہ خاص حضرت حمید شاعر معروف بقلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سعادت قدم بوسی ہوئی میں نے تحریر ملفوظات سے پہلے حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے ایک حکایت سنی تھی دل میں سوچا کہ عرض کروں تا کہ وہی حکایت پھر ارشاد فرمادیں، جناب خواجہ کسی عزیز کا خط ملاحظہ فرما رہے تھے، دیکھ کر اس کا جواب دیا، پھر ایک کتاب جو اوپر رکھی ہوئی تھی اٹھا کر ہاتھ میں لی اور کھول کر ملاحظہ فرمایا۔ کیا کہتا ہے، میں نے عرض کیا کہ جناب پہلے ایک بار حکایت حضرت مخدوم آدم کی فرمائی تھی وہ بھول گیا ہوں تمنا اس کے پھر سننے کی ہے، جناب خواجہ نے بمقتضائے مرحمت فرمایا کہ مخدوم نام حضرت سنائی کے والد ماجد کا ہے اور آدم نام ان کے دادا کا ہے، اس وقت ایک مجذوب تھا

سنیہ نام یہ مخدوم اس کے پاس جایا کرتا اور خدمت اس کی کیا کرتا، ایک دن وہ مجذوب خوش تھا، مخدوم سے بولا تیرے یہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ شہرہ اس کا سب اقلیموں میں پہنچے گا اور وہ صاحب ولایت اور کشف وکرامت ہوگا، یہ کہہ کر بعد چند روز کے وہ دیوانہ مرگیا اور مخدوم کے گھر حکیم سنائی پیدا ہوئے، جب بڑے ہوئے تو کوئی علامت ان میں نہ تھی اور کچھ نشان صلاحیت ظاہر نہ تھا، ایک دن مخدوم آدم نے سنائی کو روبرو بلایا اور کہا کہ ایک دیوانہ یہاں تھا سنیہ نام، بڑا بزرگ، صاحب کشف وکرامت، اس نے تیرے حق میں کچھ کہا تھا اور اس کی بات خلاف نہیں ہوتی، مگر میں تجھ میں کوئی علامت اس کی نہیں پاتا، چل میں تجھ کو اس کی قبر پر لے چلوں، سنائی کو اس کی قبر پر لے جا کر سامنے کھڑا کیا اور کہا اے خواجہ! آپ نے اس لڑکے کے حق میں جو کچھ فرمایا تھا آپ کا ارشاد خلاف نہیں، مگر اس لڑکے میں اس بات کی کوئی علامت ہم نہیں پاتے، یہ کہہ کر وہاں سے لوٹ آئے، اور سنائی سے کہا چالیس دن بلاناغہ اس قبر پر حاضر ہوکر فاتحہ پڑھ جایا کر، سنائی نے یہ بات قبول کی اور ہر روز مخدوم آدم بعد نماز صبح سنائی کو ان کی قبر پر بھیجا کرتے، اسی طرح انتالیس دن گزرے، چالیسویں دن سنائی قبر کی طرف جارہے تھے، شیخ عثمان خیرآبادیؒ راہ میں ملے اور وہ ان دنوں کم سن تھے، سنائی اور ان میں باہم محبت ہوئی۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ سنائی نے کہا، مجذوب کی زیارت کو جاتا ہوں، شیخ عثمان نے کہا کہ میں بھی چلتا ہوں، انہوں نے کہا چلو، غرض کہ یہ دونوں مل کر زیارت کو گئے اور زیارت کر کے لوٹے، راہ میں ایک دکان پر ایک درویش بیٹھا تھا، مرض جذام میں مبتلا، کہتے ہیں اس فقیر نے یہ مرض اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے چاہا تھا کہ کوئی اس کے پاس نہ آئے، جب اس نے سنائی اور شیخ عثمان کو دیکھا تو پکارا اے لڑکو جلد یہاں آؤ یہ! دونوں اس کے پاس گئے اور باادب کھڑے ہوئے۔ اس نے کہا جلدی جا کر میرے واسطے کاک وشوربا خرید لاؤ یہ

جلدی بازار میں گئے، ایک نے اپنی دستار گروی رکھ کر شوربا لیا، دوسرے نے جبّہ رکھ کر کاک خریدے اور بہ تعظیم تمام اس فقیر کے روبرولائے، درویش نے کاک لیکر شوربے میں ڈالدئے اور انگلیوں سے خوب مسلا کہ خون اور پیپ اس کی انگلیوں کا شوربے میں خوب خوب مل گیا، پھران دونوں سے کہا بیٹھو کھاؤ، انہوں نے بلاکراہیت وہ ثرید کھایا اور پیالہ چاٹا، تب درویش نے کہا آدمی جب تک خون نہیں کھاتا مرد نہیں ہوتا، اب تم نے خون کھالیا، جاؤ مرد رہو گے۔ خواجہ سنائی پر علم نظم کھل گیا کہ وہ اس میں شہرۂ آفاق ہوئے اور صاحب سخن اور صاحب ولایت دونوں ہوئے۔ اور شیخ عثمان خیرآبادی کو ولایت نصیب ہوئی کہ راہ تصوف ان پر روشن ہوئی۔ (خیرالمجالس، ص/ 71، ملفوظات خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ)

جب شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان الہند خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو فرمایا یہ عبارت یاد کر کے تربت ساحر پر جا کر پڑھو

خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: ایک بار شیخ الاسلام حضرت فریدالدینؒ بیمار ہوئے نہایت سخت بیماری کہ اشتہا بالکل ساقط ہوگئی چند روز آپ نے کچھ کھانا کھایا نہ پانی پیا، آپ کے صاحبزادے اور اہل قرابت جمع ہوئے، اور طبیب کو لائے اس نے نبض دیکھ کر کہا، احکام نبض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کوئی عارضہ نہیں علاج کیا کروں؟ یہ کہہ کر لوٹ گیا، مگر بیماری شیخ کی زیادہ ہوگئی، یاروں کو روبرو بلوایا، میرے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے تھے میں انہیں دنوں اجودھن میں گیا تھا مجھ کو بھی بلوایا اور شیخ بدرالدین اسحاق اور باقی یار اور مرید بھی آئے، حضرت شیخ نے فرمایا تم سب جا کر مراقبہ میں مشغول ہوکر پروردگار سے یہ دعا کرو کہ مجھ کو صحت عطا فرمائے، سب نے اس

رات مراقبہ کیا، بدرالدین سلیمان حضرت شیخ کے صاحبزادے نے خواب میں دیکھا ایک شخص آکر کہتا ہے کہ تمہارے باپ پر جادو ہو گیا ہے، انہوں نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا شہاب کے فرزند نے۔ اور اجودھن میں ایک شخص تھا اس کو شہاب ساحر کہا کرتے تھے، فن سحر میں کامل مشہور تھا، پھر اسی نے خواب میں کہا کوئی جا کر شہاب ساحر کے گور کے سرہانے بیٹھ کر یہ پڑھے، شیخ کو صحت ہو جائے گی، بدرالدین سلیمان نے کہا جب اس نے یہ عبارت پڑھی تو مجھ کو خواب ہی میں یاد ہو گئی وہ یہ تھی، **ایھاالقبور المثلی اعلم مالک اینک لحد سر وادی فقل لہ لکیف باسہ عنا و الاالحق بہ مالحق بنا**۔ فجر کو اپنے والد صاحب سے عرض کی کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے۔ آپ نے مولانا نظام الدین سلطان الاولیاؒ کو بلوا کر فرمایا یہ عبارت یاد کرو اور قبرستان میں جا کر تربت شہاب ساحر کی دریافت کر کے اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ کلمہ پڑھنا، میرے شیخ حضرت نظام الدین فرماتے تھے میں گیا، اور شہاب ساحر کی قبر دریافت کر کے اس کے سرہانے بیٹھا اور یہ پڑھنا شروع کیا اس قبر کا چبوترہ گچ کا بنا ہوا پختہ تھا مگر سرہانے تھوڑی مٹی پڑی ہوئی تھی، اتفاقاً میرا ہاتھ اس کچی زمین پر لگا، مٹی الگ ہوئی میں نے اور کریدا ایک گڑھا ہو گیا میں نے اس میں ہاتھ ڈالا اور سمجھا شاید نیچے سے کچا چبوترہ ہے اور اوپر چونا ہے، غرض اتنا گڑھا ہو گیا کہ میرا ہاتھ اس میں چلا گیا اور اس کے اندر ایک تھیلی میرے ہاتھ لگی میں نے اسے نکال کر دیکھا تو ایک مورت ماش کے آٹے کی بنی ہوئی تھی اور بہت سی سوئیاں اس میں چبھی ہوئی تھیں، گھوڑے کی دم کے بال اوپر لپٹے ہوئے تھے، میں جلد اس کو خدمت شریف شیخ میں لے آیا، فرمایا ایک ایک سوئی نکالو ہر سوئی کے نکالنے سے بیماری شیخ کی کم ہوتی جاتی تھی اور آرام معلوم ہوتا جاتا تھا جب سب

سوئیاں نکال لیں ،تو فرمایا مورت کو توڑ دو ،اس کے توڑنے کے بعد فرمایا میں بالکل اچھا ہو گیا،غرض وہ مورت توڑ کر پانی میں ڈال دی ،حضرت شیخ نے بالکل عافیت پائی،قاضی آدم نے عرض کی کہ جناب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی دختران لبید نے سحر کیا تھا اور پتلا بنا کر کنواں میں ڈالا تھا اس کے دفع شر کے لئے معوذتیں نازل ہوئیں،اور کہا مشہور ہونا اور شہر میں رہنا ایسی ایسی مصیبتیں لاتا ہے۔

پھر کہا میرے شیخ مولانا نظام الدینؒ پر بھی جادو کیا گیا تھا اور یہ آیت شریف پڑھی:

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۔(سورۃ البقرہ)

پھر دوسری حکایت بیان فرمائی۔(خیر المجالس،ص/110-109)

مزار شیخ پر چلو اور پوچھو اگر شیخ مجھ کو کہیں تو مانو ورنہ خیر

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ میرے شیخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ابو الغیث یمانی علیہ الرحمۃ یمن میں تھے ایک بار سخت بیمار ہوئے ان کے فرزندوں اور مریدوں نے جمع ہو کر عرض کی کہ مشائخ کا قاعدہ ہے جب جہاں سے سفر کرتے ہیں تو کسی کو اپنا قائم مقام کر جاتے ہیں کہ ان کا مصلا خالی نہ رہے آپ بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما جاویں،شیخ نے کہا میرا جانشین فیروز ہے،وہ لوگ حضرت سے لوٹ آئے اور کہنے لگے یہ شیخ نے کیا کہا ہے،ہمارے درمیان فیروز کسی کا نام نہیں،دیکھئے فیروز شخص کون ہے؟غرض کہ شیخ نے اس عارضہ میں رحلت

کی، مریدوں نے کہا وصیت شیخ تھی کہ فیروز سجادہ نشین ہو۔اور خلاف وصیت شیخ کے ہم کچھ نہیں کر سکتے اور ہم میں سے کسی کا یہ نام نہیں، تمام شہر یمن میں ڈھونڈا اس نام کا کوئی مرد صالح نہ ملا، پھر بڑی تلاش سے معلوم ہوا کہ اس نام سے ایک شخص خمار یعنی شراب بنانے والے کا شاگرد ہے، وہ ہمیشہ شراب خانہ میں رہا کرتا ہے، اس کے سوا شہر میں کوئی اس نام کا نہیں بعضے فرزند و مرید بے ذوق ہوئے، ہم اسے ہرگز اس واسطے قبول نہ کریں گے، کہ سجادہ نشین شیخ بنے اور ایسے بزرگ کے مصلے پر شراب ساز کا شاگرد بیٹھے، بعضوں نے کہا ہم کو اس بات سے کیا کام؟ جب شیخ نے اسے پسند کیا تو ہم کو اس کا چارہ نہیں، مگر پہلے چل کر اس کا معاملہ دیکھنا چاہئے، اور چند مرید تحقیق حال کو شراب خانہ میں بیٹھے، اور جو شخص فیروز کو پہچانتا تھا اسے آگے کیا تو پہلے اس کے کہ یہ سب شراب خانہ میں جائیں فیروز اندر سے نکلا، مٹکا شراب کا سر پر رکھے ہوئے اس نے اوروں کو بتایا کہ فیروز شاگرد خمار یہی ہے، اتنے فیروز ان کے قریب پہونچا اور بے کچھ بات چیت کئے ان سے آہستہ سے کہا یارو! یہ آخری مٹکا ہے، تم سب چلو میں پیچھے سے آتا ہوں یہ سب لوٹ کر خانقاہ میں آئے اور کہنے لگے جس کے واسطے شیخ نے وصیت فرمائی تھی ہم اس سے مل آئے، ادھر فیروز نے وہ مٹکا شراب کا پہنچا کر غسل کیا، اور بدن اور کپڑے دھو کر خانقاہ میں آیا، اکثر مریدوں نے نکل کر اس کا استقبال کیا اور تعظیم بجالائے، اور بعضے بیٹھے رہے اور سوچا جو شخص ایک مدت خراب کام میں رہا ہے اور آج نہا دھو کر آیا ہے ایسے مقام کے کیا لائق ہوگا، فیروز بولا شیخ نے مجھے وصیت کی ہے اور تم یقین نہیں لاتے، اگر دوبارہ شیخ میرے واسطے فرمائیں جب یقین کرو گے، سب لوگ حیران ہوئے، بولے شیخ نے انتقال فرمایا، جواب کون دے گا؟ فیروز نے کہا مزار شیخ پر چلو اور پوچھو، اور اگر شیخ مجھ کو کہیں تو مانو ورنہ خیر، سب نے کہا

بہتر۔ہم جب تو بے شک مان لیں گے،اس بات کا شہر میں شہرہ ہوا جس نے جہاں سنا دوڑا ہوا آیا اور حاکم شہر بھی حاضر ہوا اتنا ہجوم ہوا کہ بازار میں قدم رکھنے کی جگہ نہ رہی ، فیروز ایک جم غفیر کے ساتھ تربت شیخ پر گیا اور سرہانے کھڑے ہوکر بولا : شیخ! آپ نے میرے واسطے وصیت کی ہے، یہ لوگ مجھے قبول نہیں کرتے ،کیا حکم ہے؟ آپ کی جگہ کون بیٹھے؟ تین بار قبر سے آواز آئی کہ فیروز، فیروز، فیروز، پھر بیان کیا کہ یہ فیروز ایک شخص عوام الناس سے تھا جب مصلے شیخ پر بیٹھا تو تسبیح پھرایا کرتا، اس کی تسبیح میں ہزار دانے تھے،سو بار ہر روز تسبیح پڑھا کرتا اور اس قدر رات میں، پھر نماز اشراق و چاشت و نماز تہجد بھی انہیں صوفیوں سے سیکھی ،شب و روز مشغولِ تسبیح رہا کرتا اور خلوت اختیار کی ۔اس سے اس کا کام پورا ہوا۔(خیرالمجالس،ص/119)

جب قاضی نے قبر کے بائیں طرف کھڑے ہوکر باادب ہاتھ اٹھائے اور دعا کی

خواجہ نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان فرمائی کہ ایک قاضی بزرگ زادہ تھا، باپ دادا اس کے اسی عہدہ پر رہتے تھے اس کو شرف الدین قاضی القضاہ کہتے تھے مگر اس نے میراثاً عہدہ قضا پایا تھا،علم سے بے بہرہ معمولی آدمی تھا،لوگوں نے بہ تصریح و کنایہ بارہا بادشاہ سے عرض کیا کہ دارالاسلام میں یہ قاضی ناخواندہ ہے،حکمنامہ شرعی میں غلطی کرتا ہے لیکن چونکہ وہ بزرگ زادہ اور بادشاہ کا داماد تھا، بادشاہ اس کے تعرض سے شرماتا اور فکر میں تھا کہ کسی عذر سے اس کو معزول کرے، ایک غرۂ ماہ شب پنجشنبہ کو واقع ہوا سب لوگ بارگاہ شاہی میں مبارکباد کو آئے ، ان میں قاضی بھی آئے ، بادشاہ نے قاضی سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ سے بطریق وعظ کچھ نصیحتیں سنوں ،کل جمعرات ہے آپ خیال رکھنا جمعہ کے دن وعظ کہنا اور بادشاہ نے اس بہانے سے چاہا کے اسے

معزول کرے، قاضی جب مجلس سے لوٹا متحیر ومتعجب بادل خراب وسینۂ کباب گھرآیا دل میں سوچتا تھا کل جمعہ ہے میں ناخواندہ ہوں وعظ کیسے کہوں گا، اورکس حیلہ سے ترک وعظ کروں گا، مگراس نے کسی کتاب میں ایک قصہ دیکھا تھا اٹھا اورسوار ہوا۔ اورغلام کوھمراہ لے کرغزنی سے باہر چلا، جلد دوتین کوس پرشہر سے ایک نہرجاری مقام پرفزا تھا وہاں گھوڑے سے اترا اورغلام کوگھوڑادے کرکہا دورچلا جا۔ غلام دورجا کرکھڑاہوا، قاضی نے کپڑے اتارکرغسل کیا اوربعدطہارت باہرزمین پرایک قبرکانقش بنایا اوراس قبرکے پائنتی کھڑے ہوکر باادب ہاتھ اٹھایئے اوریہ دعا کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عاجز، متفکرہوں مجھے وعظ کہنے کوتاکید کی ہے، اورمیں امی محض ہوں، پھرسربائیں طرف میں رکھ کرزار، زار، رویا اورکہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دستگیری فرمایئے اورکہہ کراٹھا اورسوار ہوکرگھرآگیا، شب میں جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ لعاب اپنے دہن مبارک کا انگشت شہادت سے قاضی کے منہ میں لگا یا۔ قاضی جب بیدار ہوئے توان کے دل میں اس قدرعلوم جوش زن تھے جوبیان نہیں ہو سکتے۔ قاضی خوش ہوئے اوردن نکلا، علماء اورمشائخ منتظر تھے کہ قاضی کوحکم وعظ ہے، بے لکھے پڑھے کیا بیان کرے گا، ضرورہے کہ آج معزول کیا جائے، ادھرقاضی سب سے پہلے مسجد میں پہنچے، محفل آراستہ ہوئی، منبررکھا گیا، بادشاہ آیا، قاضی منبرپرجا کربیٹھا، مخلوق حیران تھی کہ کیا کہے گا، ناخواندہ ہے، غرض قاضی نے بیان شروع کیا اوروہ تقریر کی کہ جملہ علماء وبلغاء، ومشائخ اس کے قوت بیان اورفصاحت لسان سے حیران ہوئے، اوربادشاہ رومال آنکھوں پررکھ کرزار، زار، روتا تھا، اورجواہل علم اس کی معزولی کے منتظر تھے بے اختیاررو رہے تھے۔ غرض وہ وعظ کہا کہ کسی نے ویسا نہ سنا تھا، خواجہ سنائی بھی اس محفل میں تھے، کھڑے ہوکریہ شعرپڑھا ؎

اے کرد نبیؐ در دہنت آب دہن

او ختم نبوت است وتو ختم سخن (خیر المجالس، ص/137)

پھر جناب خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ ایسے صاحب ولایت تھے اور فرمایا، خواجہ سنائی اور شیخ عثمان خیر آبادی ان دونوں کو نعمت ایک ساتھ ملی ہے اس مجذوب سے جس کی حکایت سابقہ گذری۔

جب مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ نے فرمایا کہ فلاں بزرگ کے مزار پر جاؤ وہیں تمہارا کام ہوگا

مولانا محب الدین رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اخص خلفاء میں تھے، حضرت اقدس غلام حسین نور اللہ مرقدہ کانپوری رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو تشریف لے گئے تو وہاں کے قیام کی مدت (تقریباً ڈیڑھ سال) میں یہی مولانا تھے جن کی صحبت میں زیادہ آپ کا وقت گزرتا تھا اس لئے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ خود ان کی زبان سے سنا ہوگا، فرمایا کہ: جب مولانا کو علم ظاہر سے فراغت ہوگئی تو خواہش ہوئی کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ زیادہ سے زیادہ آمدنی کا ذریعہ پیدا ہو جائے، جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو بہار تشریف لے گئے اور مخدوم بہاری حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہیں مسجد میں گوشہ نشین ہو گئے، اس نیت سے کہ شاید یہاں سے کوئی صورت نکلے چنانچہ ایک روز خواب میں دیکھا کہ مخدوم فرما رہے ہیں۔ تم فلاں بزرگ کے مزار پر جاؤ وہیں تمہارا کام ہوگا، صبح کو جب اٹھے تو مزار شریف سے رخصت ہوئے اور وہیں کی راہ لی، وہاں پہنچے تو خواب میں دیکھا کہ صاحب مزار تشریف فرما ہیں، اور دو بکس ایک سونے اور ایک چاندی کا

ان کے سامنے ہے، بزرگ نے فرمایا کہ یہ دین ہے، یہ دنیا۔ان میں سے جو چاہو لے لو،اس وقت ان کے ذہن میں آیا کہ دین والا بکس لینا چاہئے، چنانچہ اسی کو لینا چاہا تو بزرگ نے فرمایا یہ تم کو یہاں نہیں ملے گا اس کیلئے حضرت صابر کلیریؒ کے مزار پر جاؤ، صبح کو پھر وہاں کیلئے روانہ ہو گئے، وہاں خواب میں حضرت صابرؒ کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا کہ تمہارا مقصود مکہ معظّمہ میں حاصل ہوگا، وہیں چلے جاؤ، انہوں نے کہا حضرت میرے پاس کرایہ کے پیسے کہاں ہے؟ راقم سطور کو یاد نہیں کہ بزرگ نے کیا جواب دیا بہر حال صبح کو کسی صاحب نے بمبئی تک کا کرایہ دے دیا وہاں پہنچے تو ایک صاحب نے دریافت کیا آپ مکہ معظّمہ جانا چاہتے ہیں مولانا نے کہا ہاں۔تو ملنے والے شخص نے کہا مجھ کو خواب میں حضرت صابر کلیریؒ نے آپ کا حلیہ بتا کر فرمائش کی ہے کہ آپ کو مکہ معظّمہ تک کا کرایہ دے دوں، یہ کہہ کر اتنی رقم انہوں نے میرے حوالہ کی جو اس سفر کیلئے درکار تھی،غرض مولانا مکہ معظّمہ حاضر ہو گئے اور حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے۔حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا میں تو بہت دنوں سے تمہارا انتظار کرر ہا ہوں،اس کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت اور صحبت میں رہے اور اخص خلفاء میں ہوئے۔ (جنت الانوار،جلد 1،ص/30)

کیا خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مزاروں پر فاتحہ پڑھتے تھے

فوائد الفواد میں راقم سطور نے کئی جگہ یہ لکھا دیکھا کہ حضرت سلطان الہند مزارات پر فاتحہ خوانی اور قیام کیلئے تشریف لے جاتے تھے،خصوصاً شیخ کبیر شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پاکپٹن کئی بار زیارت کیلئے تشریف لے گئے ہیں، چنانچہ فوائد الفواد کے مقدمہ میں پروفیسر جناب نثار احمد فاروقی رقمطراز ہیں: ایک

دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول خواجہ قطب الدین صاحبؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کر کے واپس آرہے تھے، آپ کا گزر حوض شمسی پر ہوا جو اس زمانہ میں بڑی رونق اور پر فضا سیر گاہ تھی، اس کے اطراف میں بھی بعض بزرگوں کے مزارات تھے حضرت وہاں فاتحہ پڑھنے تشریف لے گئے، وہیں کہیں اتفاق سے امیر حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں کے ساتھ مے کشی کا شغل کر رہے تھے اچانک حضرتؒ کا سامنا ہوگیا یہ سٹپٹا گئے اور اسی نشے کی حالت میں لڑکھڑاتی زبان سے یہ اشعار پڑھے۔

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم

گر زصحبتہا اثر باشد کجاست؟

زہد تان فسق از دل ما کم نہ کرد

فسق ما یاں، بہتر از زہد شماست!

ترجمہ: کتنے برسوں سے ہماری ایک دوسرے سے ملاقات ہے، اگر صحبت میں کوئی اثر ہوتا ہے تو وہ کہاں ہے تمہارا زہد ہمارے فسق پر غالب نہ آسکا، گویا ہمارا فسق تمہارے زہد سے اچھا ہے۔ امیر حسن کیلئے سعادت کی گھڑی آچکی تھی حضرت نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور صرف اتنا فرمایا۔ درصحبت اثر ہاست ان شاء اللہ روزی باد۔ صحبت میں اللہ چاہے بڑی تاثیریں ہیں، خدا تمہیں روزی کرے، یہ الفاظ امیر حسن کے خرمن معاصی پر بجلی بنکر گرے، اس مدہوشی کے عالم میں اور بھی بے اختیار ہو گئے، فوراً اپنے سر سے کلاہ اتاری اور حضرت کے قدموں سے لپٹ گئے، حضرت نے سر پر ہاتھ پھیرا کچھ دیر ان کی دل جوئی کیلئے کھڑے رہے، پھر آپ مزارات پر حاضری دے کر واپس چلے آئے، اگلے دن امیر حسن خانقاہ میں حاضر ہوئے، حضرت کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی اور خانقاہ کے حاضر باشوں میں

شامل ہو گئے، حضرت کے دو لفظوں نے امیر حسن کی دنیا اور آخرت دونوں کو سنوار دیا، اگر وہ لمحہ ان کی زندگی میں نہ آتا تو جیسے سینکڑوں بڑے بڑے باکمال شاعر گمنامی کی گرد میں گم ہو کر رہ گئے، ایسا ہی ان کا انجام بھی ہوتا، حضرت نے انہیں اور ان کے فن کو عمر جاوداں بخش دی۔ ایسی ہی صورت حال کیلئے حافظ شیرازیؒ نے کہا ہے ؎

آناں کہ خاک راز نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

سیر العارفین میں مذکور ہے کہ توبہ کے وقت امیر حسن کی عمر 73 سال تھی، جب کہ پروفیسر فاروقی کی تحقیق یہ ہے کہ اس وقت امیر حسن کی عمر 55 سال تھی۔ اس کی طرف امیر حسن نے اپنے ایک شعر میں بھی اشارہ کیا ہے ؎

اے حسن توبہ آں گہے کردی
کہ ترا طاقتِ گناہ نماند

اے حسن تم نے اس وقت توبہ کی جب گناہ کرنے کی طاقت ہی باقی نہ رہی۔

(فوائد الفواد، ص/132)

قبر پر قرآن پڑھنا کیسا ہے

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قبر پر قرآن شریف پڑھنے سے مردہ کو انس ہوتا ہے۔ (ملفوظ نمبر، 137، اصلاح کا تیر بہدف نسخہ)

زیارت قبور کا مقصد کیا ہونا چاہئے

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قبور کی زیارت سے یہ قصد ہونا چاہئے کہ موت یاد آتی ہے، اور یہ کہ میری دعا سے ضرور اہل قبور کو فائدہ پہنچے گا۔ (اصلاح کا تیر بہدف نسخہ)

مردے کی آواز اللہ تعالیٰ کسی کو بھی سنا سکتا ہے

حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ: ایک نیک عورت کا انتقال ہوا لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا ایک کفن چور بھی جنازہ کی نماز میں شریک تھا، دفن کرنے کے بعد جب سب لوگ قبرستان سے واپس چلے آئے یہ کفن نکالنے کیلئے اس کی قبر کے قریب گیا، اندر سے آواز آئی کہ یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ ایک مغفور (مرد) ایک مغفورہ (عورت) کی چوری کر رہا ہے، اس نے جب یہ سنا تو پوچھا یہ کیسے؟ اندر سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا، اور یہ فرمایا کہ جتنے تمہارے جنازے میں شریک ہوئے ہیں میں نے سب کی مغفرت کر دی اور تم نے بھی میرے جنازے کی نماز پڑھی ہے، اس لئے تمہاری بھی مغفرت ہو گئی، یہ سن کر وہ شخص بہت متاثر ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ واہ رے رحمت! میں آیا تھا کفن چرانے کیلئے اور لے کر جا رہا ہوں یہاں سے وعدۂ مغفرت، لوگ تو رات رات بھر اسی مغفرت کیلئے دعائیں مانگتے ہیں، اور روتے ہیں لیکن خدا کی رحمت دیکھو کہ میں آیا تھا کفن چرانے کیلئے اور اسی لئے نماز میں شریک ہوا لیکن خدا نے مجھے بخش دیا، یہ خیال کر کے مارے ندامت کے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (وصیۃ العرفان، جنوری، فروری-2012)

احقر کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ومربی اور دارالعلوم دیوبند کے اولین مدرس حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ مراسلت کے خط ۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

برادرم مہرباں عزیز از جان طالب صادق منشی محمد قاسم سلمہ اللہ واطال اللہ عمرہ۔ بعد سلام مسنون اشواق مشحون مطالعہ کریں، تمہارا خط آیا امور مندرجہ معلوم ہوتے ہیں۔

تمہارے خط آنے سے پہلے ایک خط تمہارے نام لکھا تھا، پہنچے گا ان شاء اللہ حاجی عبد السلام کے والد شیخ رحیم الدین صاحب نے بمقام بجنور بروز چہار شنبہ ۵ ربیع الاول انتقال کیا اور حافظ نظیر احمد صاحب کے پاس چند روز سے گئے ہوئے تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون حاجی عبد السلام کو بعد سلام کے مضمون تعزیت کہہ دینا چاہئے، مگر افسوس یہ ہے کہ تمہارے والد تمہارے مشتاق اور شکایت مند جہاں سے اٹھے اور لوگ کہتے ہیں کہ تم کو بھی ان سے کچھ کدورت تھی اور وجہ کدورت کوئی امر شرعی موجہ نہیں معلوم ہوا۔ اس احقر کو کمال افسوس ہے، للہ فی اللہ آپ کی خدمت میں عرض کیا اس کا ذکر لازم ہے۔

موت بہت قریب ہے اور معاملہ وہاں کا بڑا کٹھن ہے خداوند کریم توفیق نیک عطا فرمائے اور مکر وفریب نفس شیطان کے سے بچائے آمین، اس ناکارہ کو بھی دعا خیر سے یاد فرمائیں۔

تم نے اے میاں! محمد قاسم درباب سماع اموات کے پوچھا ہے، برادرم عزیز یہ مسئلہ زمانہ صحابہ سے اب تک مختلف فیہ ہے اور ہر ایک گروہ اپنے دلائل قرآن وحدیث سے ذکر کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کتب فقہ میں جو مذکور ہیں ان سے بھی کچھ ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے کہ مردے سنتے نہیں، مگر احقر کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں، اور خاص کر اولیاءؒ اور انبیا کرامؑ کی اس باب میں شان جدا ہے کہ تفصیل اس کی طویل ہے، اور یہ خلاف جو اوائل سے اواخر تک رہا، اوائل کا خلاف تو کچھ نزاع لفظی معلوم ہوتی ہے اور متاخرین نے ان کے اقوال کی پرورش کی ہے اور امام صاحب کے اقوال کا میری

رائے ناقص میں یہ مضمون ہے کہ عرف عام میں بات کرنا اور کہنا سننا اس کا نام ہے کہ زندگی میں جو لوگ آپس میں کرتے ہیں اور مردوں کا سننا ایک بات علاوہ ہے ایسے اگر کوئی کہے کہ اگر میں زید سے بولوں تو میرا غلام آزاد ہے اور بعد مرنے کے اس کے جنازہ پر یا اس کی قبر پر جا کر سلام علیک کرے یا کچھ خطاب کرے تو غلام آزاد نہ ہوگا، کیونکہ یہ کلام کرنا نہیں اس لئے کہ مردے سنتے نہیں اور جن صاحبوں نے یہ کہا کہ بدن نہیں سنتا اور روح سنتی ہے اس کے معنی بھی کچھ ایسے ہیں جس سے سننا اور دیکھنا نکلتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون تھے تو میں بے تکلف آیا جایا کرتی تھی اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو میں اپنے کپڑے درست کر کے جاتی تھی، اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو نبی اور اولیاء تھے، میں کہتا ہوں حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر پر نہ بیٹھے کہ اس سے مردہ کو ایذا ہوتی ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیٹھنے سے مراد پاخانہ کیلئے بیٹھنا ہے اور اسی طرح غالباً پیشاب کرنے کی ممانعت مقابر میں آئی ہے کہ مردوں سے شرم کرنی چاہئے اور بہت سی احادیث واقوال ایسے ہیں کہ گنجائش تاویل کی نہیں ،رہی یہ بات کہ استعانت قبر سے یا اہل قبر سے کیسی ہے تو اے برادر! استعانت مردہ سے زندہ کی استعانت پر قیاس کرنا بے عقلی ہے، استعانت زندوں سے بات کلام ہاتھ پاؤں کے کاموں سے ہوتی ہے اور مردہ اس میں معذور ہے، باقی رہی دعا تو وہ البتہ ممکن ہے، دعا کی اگر استدعا کرے تو جائز ہے ،مگر قبر پر کرے نہ کہ دور سے، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ روح زندگی میں جسم سے علاقہ رکھتی تھی اب بعد مرنے کے بھی ایک علاقہ ہے، اگر یہ جسم ایک جگہ میں محفوظ

رہے گا تو روح کا ایک مکان بسبب اس علاقہ کے معین رہے گا، نہیں تو روح بے نشان ہے، یہ علاقہ گیا تو روح اس عالم سے بے علاقہ ہوگئی اور فیض سننے سے علاقہ نہیں رکھتا وہ ایک چیز اور ہے، مکان سے اور وقت سے اور کپڑا اسے بھی فیض ہوتا ہے، قبر میں تو وہ جسم ہے جس میں روح ایک مدت تک رہی ہے اس سے اگر فیض ہو تو کیا عجب ہے۔

اور بعض لوگوں کے بطور خرق عادت اہل قبور سے تعلیم علم یا جواب مشورہ وغیرہ امور حاصل ہوتے ہیں وہ ایک فیض غیبی ہے کہ اہل استعداد کو بوساطت بعضے ارواح کے ہوجاتا ہے، اور تفصیل اس کی طویل ہے پھر لکھوں گا، اپنے والد اور بخشی غلام صاحب اور عنایت فرمایوں کو سلام علیک پہنچائیو، عریضہ محمد یعقوب از دیوبند مدرس عربی۔ اگر تاریخ بن پڑی تو ان شاء اللہ پھر لکھوں گا، 14 ربیع الاول 1286 ہجری۔ (مکتوبات وبیاض یعقوبی ص/61)

فائدہ: مذکورہ خط شریف سے یہ واضح ہوگیا کہ اولیاء اللہ کے مقابر سے فیوض، استدعا، واستفاضہ کی پوری گنجائش ہے، مگر خواص اور اہل استعداد کیلئے۔ معاملہ عوام کا ہے تو وہ صرف ایصال ثواب کریں۔ (مؤلف)

جب حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ایک خاص مراقبہ کیا

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارواح ثلاثہ میں رقم فرماتے ہیں کہ: خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب جب بطن مادر میں تھے کہ ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ایک دن خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادارک بہت تیز تھا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ

ہے اوراس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے۔اس کا نام قطب الدین رکھنا۔اقرار وتسلیم فرمایا اورآ کر بھول گئے۔ایک روز شاہ صاحبؒ کی زوجہ نماز میں تھیں جب انہوں نے دعا مانگی تو ان کے ہاتھوں میں دو چھوٹے چھوٹے ہاتھ نمودار ہوئے وہ ڈر گئیں اور گھبرا کر شاہ صاحب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا ڈرومت،تمہارے پیٹ میں ولی اللہ ہے،پس اسی لئے اصل نام تو قطب الدین احمد رکھا گیا،اور اکثر تحریرات میں اس نام کو حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے بھی تھے،اور مشہور ولی اللہ ہوا۔(ارواح ثلاثہ ص/17)

یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر نہ جاؤں

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارواح ثلاثہ میں ایک جگہ تحریر فرمائی کہ: خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ شاہ اسحاق صاحبؒ کے ایک شاگرد اجمیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں وعظ کے ذریعہ اشاعت دین کرتے تھے،انہوں نے حدیث لاتشد واالرحال۔کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی ہوا اتفاق سے شاہ اسحاق صاحب کا اس زمانہ میں قصد ہجرت ہو گیا،جب شاہ صاحب کے قصد کی ان کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جناب،جب عازم سفر ہجرت ہوں تو اجمیر تشریف نہ لاویں کیونکہ میں لاتشد واالرحال۔کا وعظ کہہ رہا ہوں اور لوگ راہ پر آ چلے ہیں،آپ کی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اس کے غتر بود ہو جانے کا اندیشہ ہے،شاہ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤں گا لیکن چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا اور خواجہ صاحبؒ ہمارے مشائخ میں ہیں اس لئے مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں بلا حاضر

ہوئے بالا بالا چلا جاؤں، ہاں میں آؤں تو تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحاق نے غلطی کی جو وہ اجمیر میں آیا اس کا فعل حجت نہیں اور میرے سامنے کہنا اور خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے نا گوار ہو مجھے ہرگز نا گوار نہ ہوگا اور میں اقرار کرلوں گا کہ واقعی میری غلطی ہے اس سے وہ ضرر دفع ہو جائے گا، جس کا تم کو اندیشہ ہے، اور شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ (ارواح ثلاثہ،ص/98)

فائدہ: مذکورہ تحریر سے ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ کے مزار سے محبت اور اس پر حاضری عمل جائز اور طیب ہے، حسب گنجائش حاضری کی سعادت حاصل کرنی چاہئے، (مؤلف)

اہل اللہ کے مزار سے انوار و برکات کا مشاہدہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: جھنجھانہ میں ایک صاحب کشف آئے اور حضرت میاں جیوؒ کے مزار پر حاضر ہونے کے بعد میں انہوں نے کہا کہ افسوس کس ظالم نے اس کو امام سید محمود کے پاس دفن کر دیا، یہ یہاں ادب کی وجہ سے اپنے انوار روکے ہوئے ہیں، اگر کسی ویرانے میں ہوتے تو دنیا ان کے انوار سے جگمگاتی، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کی ہڈیاں نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیتا، پھر ان کے انوار و برکات کا مشاہدہ ہوتا۔ (ارواح ثلاثہ،ص/138)

فائدہ: معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے مزار سے فیوض و برکات حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (مؤلف)

جاؤ کسی مردہ کے مزار پر فاتحہ پڑھیو

امام الاولیاء حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں: کہ ایک صاحب کشف حضرت حافظ صاحبؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے، بعد فاتحہ کہنے

لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں؟ بڑے دل لگی باز ہیں جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ کسی مردہ پر فاتحہ پڑھیو یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو یہ کیا بات ہے؟ جب لوگوں نے بتایا کہ یہ شہید ہیں۔(ارواح ثلاثہ،ص/165)

آپ کی قبر سے سینکڑوں ولی ہوتے ہیں

تذکرۃ العابدین میں مذکور ہے کہ حضرت سید غلام علی شاہ پیدائش آپ کی 1141 ہجری بمقام مرشد آباد ہوئی، والد آپ کے بہت بڑے رئیس تھے، ان کو علم بہت سا پڑھایا اور عالم کیا، جب آپ نے تمام علوم سے فراغت پائی تو شوق کیمیا وعملیات کا ہوا ہر قسم کی مخلوق سے ملے اور عملیات اور دست غیب وغیرہ حاصل کئے، پھر آپ حج بیت اللہ شریف کو گئے، بعد ازاں زیارت مدینہ شریف سے مشرف ہوئے، وہاں پر شوق ولی کامل سے ملنے کا ہوا تلاش ولی میں بہت پھرے، پھر کسی شخص نے کہا کہ آفتاب کے روبرو چراغ روشن نہیں رہتا۔ مکہ مدینہ میں کوئی ولی نہ ملے گا۔ جو ولی یہاں آتے ہیں اپنی کرامت ظاہر نہیں کرتے مثل عام لوگوں کے رہتے ہیں۔ تب آپ ہندوستان کو واپس آئے اور اجمیر شریف پہنچے وہاں پر بھی جیسے اوصاف کے ولی آپ تلاش کرتے تھے نہ ملا۔ پھر آپ دہلی و پانی پت آئے۔ کسی شخص نے کہا کہ قلندر صاحب نے کوئی ہاتھ پکڑ کر مرید نہیں کیا مگر آپ کی قبر سے سینکڑوں ولی ہوتے ہیں، پوچھا کون سی قبر سے کہا کرنال کی قبر سے۔ تب آپ کرنال آئے اور قبر کے پاس جا کر مؤدب بیٹھے قلندر صاحب نے فرمایا کہ تو شہر میں چلا جا میں تیرے پیر کو بتا دوں گا۔

آپ اٹھ کر قصابوں کے محلہ میں چلے آئے، شب کو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھوڑے پر قلندر صاحب سوار ہیں اور دوسرے گھوڑے پر شاہ محمد جمال سوار ہیں، فرمایا کہ تیرا پیر یہ ہے، ربنہ

میں اس کا مکان ہے شاہ محمد جمال اس کا نام ہے۔فجر کوآپ اٹھے اور ربنہ کو چلے، وہ جو خواب میں شکل دیکھی تھی وہ ظاہر میں نہ پائی،آپ کی گفتگو بھی دیہاتی دیکھی،کسی شخص سے پوچھا کہ آپ کی قوم کیا ہے؟اس نے کہا کہ راجپوت۔پوچھا کہ کچھ پڑھے بھی ہیں؟ کہا کہ کچھ نہیں ،اس وقت ان کو یہ خیال ہوا کہ نہ تو قوم کے سید ہیں اور نہ کچھ پڑھا لکھا اور بدن کے موٹے ہیں، میرا خواب غلط تھا، واپس آئے۔آپ اسی حالت تفکر میں روتے روتے اور یہ مناجات کرتے ہوئے تھوڑی دیر کو جنگل میں سو گئے۔

مناجات

اے شہنشاہ زمین وآسماں ۔۔۔ اے کریم اے کارساز بیکساں

تو ہے رحمٰن ذات ہے تیری رحیم ۔۔۔ تیرے صدقے اے مرے رب کریم

تیری رحمت سے مجھے امید ہے ۔۔۔ تیرا عاشق زندہ جاوید ہے

میں ہوں عاصی اور تو آمرزگار ۔۔۔ بخشدے میرے گنہ پروردگار

میرے دل سے حب دنیا دور کر ۔۔۔ نفس کو میرے سدا مجبور کر

اے خدا بہر جناب مصطفےٰ ۔۔۔ اے خدا بہر علی مرتضےٰ

راز دل بے شبہ ہے تجھ پر عیاں ۔۔۔ سر وحدت ہے مگر مجھ پر نہاں

کر مری امداد اے رب جلیل ۔۔۔ بہر آدم بہر موسیٰ وخلیل

دشت میں توحید کے میں ہوں رواں ۔۔۔ دم ترا بھرتا رہوں جس جا رہوں

فقر کی کملی عطا کر اے خدا ۔۔۔ دونوں عالم میں بھلا ہوتا مرا

خاندان چشت میں ہو خاتمہ ۔۔۔ مرتے دم ہو حب آل فاطمہ

ہند میں سلطان جو ہیں غرباء نواز　　رات دن ان سے رہیں راز و نیاز

یا الٰہی بہرِ ختم المرسلین　　مومنوں کو کر عطا خلد بریں

پھر دوسری شب میں قلندر صاحب نے فرمایا کہ ربنہ کو جا شاہ محمد جمال کے پاس، وہ ہی ہے شاہ محمد جمال جو تو نے دیکھا، پھر صبح کو گئے اور دیکھ کر لوٹ آئے اور جنگل میں یہ ارادہ کر کے بیٹھے کہ تمام عمر یادِ خدا میں اسی جگہ رہوں گا اور کسی کو پیر نہ کروں گا، تب رات کو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بہت بڑا اژدہا ہے اور اس نے مجھ کو پیر پکڑ کر کھانا شروع کیا۔ یہ اپنے عملیات پڑھتے تھے کچھ اثر نہ ہوتا تھا، جب ناف تک بدن آپ کا اس کے منہ میں پہنچا، اس وقت کہا کہ یا محمد جمال اس وقت میری دستگیری کرو، اسی وقت کیا دیکھتے ہیں کہ گھوڑے پر سوار ہیں اور نزدیک آ پہنچے اور اژدہے کے برچھا مارا اس نے اگلنا شروع کیا یہاں تک کہ تمام بدن اگل دیا، پھر آپ کی صورت وہاں سے غائب ہوگئ ۔جب ان کو حضرت شاہ محمد جمال کی ولایت کا یقین ہوا صبح کو ربنہ پہنچے اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر اپنے سیر وسفر کی باتیں کرتے رہے، جب ظہر کا وقت ہوا شاہ محمد جمال نے اذان پڑھی اور سنتیں پڑھ کر تکبیر پڑھی اور فرمایا کہ مولوی صاحب نماز پڑھاؤ! مولوی صاحب نے دل میں خیال کیا کہ عالم کی نماز امی کے پیچھے نہیں ہوتی ،اس خیال کے آتے ہی سب علم ان کا سلب ہو گیا ،مولوی صاحب محض امی کھڑے رہ گئے، پھر مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت آپ ہی نماز پڑھاویں میرا علم بالکل سلب ہو گیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ تو نے صفاتیوں سے نسبت حاصل کی ہے اور فقیروں کے ساتھ مشغول نہیں رہا، ذات کا خاصہ ہے کہ صفاتیوں پر غالب رہتی ہے۔تب آپ اپنے علم کے خیال سے خالی ہو کر بیعت ہوئے اور طریقہ پیران چشت کا حاصل کیا اور کمال کو پہنچے اور

شاہ محمد حیات صاحب کے سپرد کئے اور وہاں سے خلافت عطا ہوئی ۔معمول آپ کا یہ تھا کہ ایک بجے رات کو اٹھتے اور دو بجے تک نماز تہجد سے فارغ ہوکر ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھےاور بعد نماز فجر اشراق تک مراقبہ میں رہتے تھےاور بعد اشراق کے کچھ دیر تک دنیاداروں کا کام کرتے تھے، پھر کھانا کھا کر دوپہر کو لیٹ جاتے تھے، بعد نماز ظہر وعظ ونصیحت کی تعلیم کرتے تھے، بعد نماز عصر ذکراذکار میں برائے تعلیم یاروں کے مشغول رہتے تھے،اور بعد نماز مغرب وظیفہ وظائف وختم خواجگان پڑھتے رہتے تھے،اور بعد کھانا کھانے کے نماز عشا پڑھتے تھےاور پھر درود شریف پڑھتے رہتے تھے۔اسی طریق سے بہت سے طالبان خدا کو خدا رسیدہ کیا خصوصاً ان میں بارہ خلیفہ کئے ۔اول شاہ امیرالدین شاہ آبادیؒ دوم غلام احمد گنگوہی میاںؒ شاہ گنگوہی حافظ فرید بخش ربنوی ،حافظ خیراتی صاحب،امام بخش سل پیانوی شاہ عبدالحی صاحب شیخ دوندوی صاحب رامپوری میاںؒ،شاہ ربنوی مولوی مظہر علی صاحب وغیرہ،دوصاحب کا مجھ کو پتہ نہیں معلوم ہوا۔پھر آپ نے 15 جمادی الاول سن 1210 ہجری میں انتقال فرمایا۔(تذکرۃ العابدین،جلد،اول،ص/20)

جب مولوی محمد حسن صاحبؒ دہلی کے ایک لڑکے کی قبر پر روتے رہے

حضرت مولوی محمد حسن صاحب رامپوری انصاریؒ زمانہ تولد آپ کا ۱۲۲۹ ہجری ہے سترہ برس کی عمر تک آپنے قرآن شریف وفارسی پڑھی ۔بعد میں پڑھنا ترک کردیا،اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت حاصل کی ،بعد بیعت شیخ کے ساتھ وہ محبت ہوگئی کہ کسی وقت شیخ کو چھوڑنے کا دل نہیں چاہتا تھا اور مجاہدہ کرنا شروع کیا کہ جو بشر سے یک لخت کرنا غیر ممکن ہو،جب شیخ صاحب تہجد کی نماز کے واسطے مسجد کو جاتے تو

مولوی محمد حسن صاحبؒ کو دروازہ پر کھڑا ہوا پاتے ، ایک روز شیخ صاحب نے فرمایا کہ محمد حسن میرے اللہ نے مجھ کو معلوم کرادیا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ تیرا ہے، اب تو دہلی کو جا اور علم عربی تحصیل کر، آپ یہ سنتے ہی حکم بجالائے اور دہلی روانہ ہو گئے ،مولوی مملوک علی صاحب نانوتویؒ سے عربی پڑھنا شروع کیا اور ایک عرصہ تک دہلی میں پڑھتے رہے مگر پڑھنے میں بھی یہ کیفیت رہی کہ جب کبھی دل میں جوش آجاتا تو کتاب کسی طاق میں ڈال کر جنگل کو چلے جاتے اور کئی کئی روز تک جنگل میں رہتے ، جب کچھ ہوش آتا تو پھر آگے پڑھتے یہ حالات دیکھ کر مولانا مملوک علی صاحبؒ کمال معتقد مولوی محمد حسنؒ کے ہو گئے اور بہت ادب کرنے لگے اور آپ کے رہنے کیلئے ایک مکان اپنے مکان سے علیحدہ آپ کو دے دیا، اور سب آدمیوں کو فرمایا کہ کوئی وقت بے وقت بلکہ بلا اجازت ان کے پاس نہ جاوے، چنانچہ مولوی صاحب اس مکان میں پردہ ڈالے ہوئے بیٹھے رہا کرتے تھے، اکثر درویش دہلی کے آپ کے پاس آیا جایا کرتے ، اور دہلی میں جو واقعہ ہونے والا ہوتا اس کو ایک روز پہلے مولوی مملوک علی صاحبؒ سے فرمادیا کرتے تھے، ایک دفعہ دہلی کالج میں ڈاکٹر سررشتۂ تعلیم اور چند یوروپین افسر برائے امتحان آئے ریاضی وغیرہ کا امتحان لیا، پھر عربی کے طلبہ بھی بلوائے گئے سب طالب علم حاضر ہو گئے ،مگر حضرت مولانا مولوی محمد حسن صاحبؒ اپنے حجرے میں ہی بیٹھے رہے،مولانا مملوک علی صاحبؒ آپ کے استاذ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ ان کو بھی بلا لاؤ، دو طالب علم آپ کے پاس گئے اور کہا کہ چلئے امتحان دینے کیلئے بلایا ہے۔خیر آپ ان کے ساتھ آ گئے، انگریز نے اول ان سے یہی دریافت کیا کہ تم نے کون کونسی کتابیں پڑھی ہیں آپ نے بتلایا کہ فلاں فلاں کتابیں میں نے پڑھی ہیں، انگریز نے کہا کہ اچھا فلاں کتاب

پڑھو، آپ نے فرمایا کہ وہ تو میں پڑھ چکا کیا پھر اسے ہی پڑھ کر سناؤں؟ انگریز نے کہا کہ ہم تمہارا امتحان لیتے ہیں پڑھو، آپ نے فرمایا کہ پڑھی ہوئی کتاب کا کیا امتحان بغیر پڑھی کا لوتو کوئی مضائقہ نہیں، انگریز حیران ہو کر آپ کی طرف دیکھنے لگا، اور آپ کا امتحان لینے کو مقامات حریری منگوائی اور کہا کہ اچھا مولانا اس کو پڑھیں اور آخر میں سے ایک مشکل مقام کھو ل کر آگے رکھ دیا، حالانکہ مولانا صاحب نے اس کتاب کی کبھی صورت تک بھی نہ دیکھی تھی مگر فر فر پڑھ کر سنادی اور مطالب ومعانی اس طرح بالتشریح بیان کئے کہ تمام استاذ اور انگریز حیران رہ گئے، اس پر انگریز نے کہا کہ ہم تم کو اس کالج میں مدرسی کی آسامی دیتے ہیں اور آئندہ ہم تم کو بہت جلد ترقی دینگے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے طالب علمی تو ہوتی ہی نہیں مدرسی کیونکر کروں گا، انگریز نے مکرر کہا، مگر جب مولانا مملوک علی صاحبؒ نے انگریز سے آپ کا کل حال بیان کیا کہ یہ ہرگز قبول نہ کرے گا تب انگریز خاموش ہوا۔

سنا ہے کہ ایک درویش بلباس ہندو دہلی میں پھرا کرتے تھے اور نماز مولوی محمد حسن صاحبؒ کے پاس آکر پڑھا کرتے تھے اور جس وقت وہ درویش آپ کے پاس آتے تو مولوی صاحبؒ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے، جس وقت وہ چلے جاتے تو آپ مولوی مملوک علی صاحبؒ سے کہتے کہ یہ شخص قطب ہے، اپنے آپ کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔ نقل ہے کہ ایک لڑکا دہلی میں آپ سے پڑھا کرتا تھا آپ کو اس سے محبت بھی زیادہ ہوگئی تھی پھر کچھ صحبت ناقص میں مبتلا ہو گیا آپ کے پاس آنا جانا ترک کر دیا، آپ نے اس کو بلایا تو وہ نہ آیا پھر آپ خود مکان پر گئے تو بھی اس نے آپ کی نہ سنی آپ نے فرمایا ہم اور طرح سے بھی بلا سکتے ہیں اور یہ کہہ کر مکان پر تشریف لائے، اس لڑکے کا یہ حال ہوا کہ مثل مجنون کے گھر سے نکل کر بھاگتا تھا کہ مولوی صاحب کے پاس جاؤں اور پھر راستہ میں کہتا کہ انکار کر چکا ہوں کیونکر جا

ؤں گھر واپس ہوجاتا، اسی طرح کئی مرتبہ کیا پھر دم نکل گیا، اے اللہ تو پناہ دے ایسی ضد سے، جب مولوی صاحب کواس کے انتقال کی خبر ہوئی بہت رنج ہوا، اوراس کی قبر پر گئے اور بہت دیر تک روتے رہے اور جناب باری میں عرض کیا کہ خداوندا جب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہوجائے گا اس کی نجات ہوگئی قبر سے نہ اٹھوں گا۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ محمد حسنؒ ہم نے اس کی نجات کی۔ اس وقت قبر سے اٹھے، اسی طرح سے آپ محمد جان کوفرمایا کرتے تھے کہ اپنی حالت کودرست کرو ورنہ تو دنیا کا رہے گا نہ دین کا، تو آگے ہوگا اورلڑکے تیرے پیچھے ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا دیکھنے والوں نے دیکھا۔ نقل ہے کہ ایک روز مولانا مملوک علی صاحبؒ سے کہا کہ شاہ غریب اللہ صاحب نے اپنے پیرومرشد کیواسطے اولا داورلڑکا مانگا خداوندتعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ میں نے بھی اپنے استاد کے واسطے دعا کی تھی کہ خداوندا میرے استاد کے اب کی مرتبہ لڑکا دے کہ جوحافظ قرآن اور عالم اورولی ہوسوقبول ہوگئی۔ مولانا مملوک علی صاحبؒ یہ سن کر ہنس پڑے۔ اور یہ مولوی محمد حسنؒ نے اس واسطے دعا کی تھی کہ ان کے استاد کی لڑکیاں تھیں، چنانچہ اسی مرتبہ مولوی یعقوب صاحبؒ پیدا ہوئے ،اور الم نشرح ہے کہ وہ ان جملہ صفات کے ساتھ موصوف بھی تھے۔ اور اسی وجہ سے مولوی محمد یعقوب نانوتویؒ کبھی کبھی جوش میں آکر فرماہی دیا کرتے تھے کہ میں ازلی ولی ہوں۔ بعد تحصیل عربی علوم ،مولوی محمد حسنؒ صاحب رامپورتشریف لائے اورشیخ صاحب کی خدمت میں رہے، پھرتھوڑے عرصہ بعدشیخ صاحب نے مولوی محمد حسنؒ صاحبؒ کواپنا خلیفہ کیا اورآپ انتقال فرماگئے۔ اس وقت مولوی صاحب نے اتباع سنت کیا اوراتباع واتقاء پرکمر ہمت باندھی اورفرمایا کرتے تھے کہ پہلے اولیاء نے جوملامتیہ طریقہ اختیارکیا، یاکوئی کام خلاف شرع کر بیٹھتے تھے تواس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی مخلوق پابندشرع کو بہت مانتی تھی اور اب اس کے بالکل برعکس ہوگیا، اب اگرفقیرکوپناہ ہے تو پابندی شرع میں ہے۔

سنا ہے کہ جب ایک سال شیخ صاحب کے انتقال کوہوگیا تو اورمریدوں نے شیخ کا عرس کیا

اور مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت آپ بھی تشریف لے چلیں، مولانا صاحب نے فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں اور مریدوں نے اس بات پر جھگڑا کیا کہ حضرت آپ خلیفہ ہوکر ایسا فرماتے ہیں اگر آپ لائق نہ تھے تو شیخ صاحب نے آپ کو کیوں خلیفہ کیا، اس وقت مولانا صاحب نے غصہ ہوکر فرمایا کہ میں تو لائق ہوں مگر تم لوگ لائق نہیں کہ جو میرے ساتھ جاؤ آؤ گے، ایک جان کے واسطے صدہا آدمیوں کو گناہگار کروں اور سب کا عذاب اپنی گردن پر لوں ۔ پھر سب خاموش ہو رہے تھوڑے ہی عرصہ تک آپ سے لوگ فیضیاب ہوئے ، کیونکہ عمر آپ کی بہت کم ہوئی ،آپ نے اپنا خلیفہ میاں جی کریم بخشؒ کو کیا، اور آپ نے چالیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ۱۷ ذی القعدہ ، ۱۲۲۹ ہجری میں انتقال فرمایا روضہ مبارک آپ کا رامپور میں ہے۔ (تذکرۃ العابدین، جلد اول، ص/ 23-22)

ابوحنیفہ عصر رئیس العلماء والمحدثین امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا خلوتخانہ بھی قطب وقت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے احاطہ میں ہی تھا

تذکرۃ الرشید میں حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: امام ربّانی کی وہ عالی اور بلند ہمت جو خدائی خزانہ عامرہ سے فطرۃً آپ کو عطا ہوئی تھی سرتاپا تمام وکمال تحصیل قرب الٰہی میں صرف ہونے لگی اور آپ کی عمر عزیز کا لحظہ لحظہ جو حق تعالیٰ نے تجارت آخرت کیلئے جواہرات بنا کر راس المال قرار دیا ہے، پائیدار منفعت کے کسب میں گذرنے لگا ،رات کی سنسان گھڑیوں میں آپ اپنے نجات دہندہ خدا کو پکارا کرتے ، اندھیری شب کی سیاہ چادر اوڑھ

کرا پنے پرورش کنندہ خالق کو سجدہ کرتے اس کے دربار میں حاضر ہو کر ناک رگڑتے، گڑگڑاتے اور روتے روتے بے تاب ہو جایا کرتے تھے،لوگوں کے پاس بیٹھتے ہوئے اکتاتے گھبراتے اور تنگدل ہوا کرتے تھے،جنگل کے درختوں کی سنسناہٹ آپ کو پسند آتی اور ویران خالی گھروں کے گوشوں سے آپ کو انس حاصل ہوتا تھا برادری کی کسی تقریب یا جلسہ میں آپ مدعو ہوتے تو آپ کی زبان حال یہ شعر پڑھتی ؎

در محفل خود را مدہ ہمچو منے را

افسردہ دل افسردہ کنند انجمنے را

اور کوئی غیر آباد ڈھنڈر یا،شکستہ و ہزیمت خوردہ کھنڈر آپ کو نظر آتا تو بے اختیار آپ کی حالت پکارتی ؎

دیوانہ کو ویرانہ سے کیوں لطف نہ آئے

آخر تو ہر اک شخص کا انجام یہی ہے

سب دھندے ہیں دنیا کے جو مٹ جائیں گے اک دن

خلوت میں خدا ڈھونڈیے بس کام یہی ہے

آخر آپ کی متلاشی خلوت طبیعت اور تنہائی کی جویاں و طلبگار حالت نے اپنے مقصود کی ٹوہ میں مکان مسکونہ کے متصل اس خراب و ویران حجرہ پر نظر ڈالی جو آپ کے جدامجد اور دینی و دنیوی مورث اعلیٰ یعنی شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کا کسی زمانہ میں سالہا سال تک معبد و خلوت خانہ رہا اور اس کا انقلاب زمانہ کی وجہ سے گدھوں گھوڑوں کا اصطبل بنا ہوا تھا تو آپ بیچین ہو گئے۔روضہ کے متصل مسجد کی پشت پر واقع ہونے والی اس خانقاہ قدوسی کی سوانح اور گردش

فلک کا سماں آپ کی نظر کے سامنے پھرا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ رودئے۔کبھی مقلب الافلاک خدا کی بے نیازی کا نقشہ آپ کی نظر میں جما جس نے آسمان سے باتیں کرنے والے سینکڑوں قلعے خاک زمین میں گمنام و بےنشان بنادئے،اورکبھی فنائیت عالم اور ناپائیداری کی حالت آپ پر طاری ہوئی جس کی بدولت ہزار ہا گلاب کے تختوں سے بھرے ہوئے حدائق وباغات نجاست کی کوڑیاں اورانبار غلاظت کے ڈھیر بن گئے۔

امام ربانی کا جلد متاثر ہونے والا رقیق قلب اوراللہ والوں کے نشان قدم پر جاں نثار کرنے والا دل بھر آیا جبکہ آپ نے قدوسی یادگار کی زیارت کوخانقاہ میں قدم رکھا آپ شان کبریائی کا نظارہ کرر ہے تھے کہ آہ قطب العالم کی پاک عبادت گاہ جس میں رحمت خداوندی ابرنیساں کی طرح رات دن برسا کرتی تھی جہاں شیخ الشیوخ کی اپنے جل وعلی شانہ کے سامنے ناک اور پیشانی رگڑی جاتی تھی آج کس درجہ کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہے۔یہاں کسی زمانہ میں ہوحق کے نعرے اور ذکر کی دل آویز آوازوں سے دیواریں اور چھتیں گونجا کرتی تھیں اورآج سوائے مچھر،اور پسو،یا مکڑ،اور مکھیوں،کی بھنبھناہٹ کے کچھ بھی سنائی نہیں دیتا۔اور اردگرد کے حجرے جہاں شیخ کے متوسل اور سچے طالب اپنے بورئے بچھا کر اللہ کا نام سیکھنے کو راتوں ذکر وشغل میں مشغول رہتے تھے ان اس وقت سوائے سانپ،بچھو،کیڑے،مکوڑوں کوئی رہنے والانہیں ہے،جس جگہ واصل باللہ سید المشائخ کا وہ نورانی مصلے بچھا کرتا تھا جس کو ہاتھ لگ جانا بھی دنیا اپنے لئے نجات کا سبب سمجھتی تھی آج وہاں گدھا بندھا ہوا ریںگ رہا اوراپنے بول وبراز سے اس پاک زمین کونجس بنارہا ہے۔جس لطیف الطبع غوث وقت کی نظافت کا یہ اقتضا تھا کہ مسواک کئے بغیر نماز نہ پڑھی جاتی تھی۔اس قدسی نفس کے مسکن میں جگہ جگہ لیداور

گوبر کے ڈھیر اور تودے نظر آتے تھے، اس عجیب حیرتناک منظر پر کبھی آپ روتے اور کبھی افسوس کرتے، کبھی انقلاب دہر وفنائیت عالم کا اذعان حاصل فرماتے اور کبھی اپنے قادر مطلق کی قدرت جلیلہ کے علم سے قلب کو اطمینان دلاتے، غرض یہ نظارہ عبرت گاہ آپ کیلئے ازدیاد ایمان واذعان اور عروج وترقی روحانیت ہی کا سبب بنا اور یہی وہ جدی میراث تھی جو تین سو برس کے بعد خلف الصدق کو حاصل ہونے والی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ کوٹھریاں اور حجرے جو شیخ کا دنیاوی ترکہ تھا وہ بھی قدرت نے آپ ہی تک پہنچانے کیلئے ودیعت رکھا اور بایں ویرانی وبربادی تین صدی تک اس کی محافظت فرمائی تھی کہ اچھی جگہ ہونے کے باعث اہل دنیا داروں کی رال نہ ٹپکے اور حصہ بقرہ ہوکر کسی کی بیٹھک یا مسکونہ مکان نہ قرار پاجائے، آخر گودڑ میں چھپے ہوئے اس بے بہا لعل کا قدرداں جوہری سن بلوغ اور حالت رشد کو پہنچ گیا اور نجاست آلود نافہ میں ڈھانپے ہوئے مشک کا مرتبہ پہچاننے والا طبیب اس خوشبو سے عالم کا دماغ معطر کردینے کے لائق بن گیا اس لئے ملکوتی صفات شیخ کی یہ میراث بھی اس کے خلف الرشید سرتا پار نور نوا سے یعنی مولانا رشید احمد صاحب کے قبضہ وتصرف میں دی گئی۔ امام ربانی اٹھے اور گدھے گھوڑوں کی لید بہ نفس نفیس ٹوکرہ میں بھر بھر کر پھینکی، کوڑا کرکٹ جو جمع ہوکر کوڑی اور کھات کا انبار بن گیا تھا پھاوڑے سے صاف کیا اور کھرپے سے کھود کر زمین کو ہموار بنایا، ستھری مٹی پانی میں بھگوائی اور کہگل سے نیچے اوپر زمین اور دیواروں کو لیپا، چھت پر برسات کی گھاس اکھٹی ہوکر ایک ایک ہاتھ اونچا کوڑا ہوگیا تھا اس کو درانتی سے کاٹا اور کھرپے سے صاف کر کے مثل قلوب صافیہ آئینہ بنایا، مٹی ڈالی سوراخ بند کئے اور شکست وریخت کی اپنے ہی ہاتھوں اچھی خاصی مرمت کرلی، زمین میں بوریہ کا فرش کیا

گوشوں میں لوبان کی دھونی دی، عطر بکھیرا، خوشبو چھڑکی، اوراس مقدس حجرہ کو از سرنو آباد فرما کر اپنا خلوتخانہ قرار دیا، جس کے تین سو پچیس برس بعد آج دن پھرے، مشہور مثل تو یہ ہے کہ بارہ برس میں کوڑی کے دن پھرتے ہیں مگر جس کا نام دن پھرنا یعنی پہلے ہی سماں کا نظر آجانا ہے، اس کیلئے تو تین سو برس بھی جلدی ہی میں داخل ہیں۔

تذکرۃ الرشید کے حاشیہ پر حافظ محمد یعقوب لکھتے ہیں اس سے قبل آپ کا خلوت خانہ اسی قدوسی خانقاہ کا وہ تنگ وتاریک بوسیدہ حجرہ تھا جو مسجد کے جنوبی رخ قبروں کے متصل جانیوالے شخص کو ملتا ہے، یہ حجرہ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کہلاتا ہے، اس لئے کہ اس میں اس قدوسی نفس شیخ کی عرصہ تک سکونت رہی ہے اس میں حضرت مولانا نے عرصہ تک عبادت فرمائی۔ (تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص/ 64-63)

قبر پر جا کر قرآن شریف پڑھ سکتے ہیں

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس وقت میت پر جمع ہوتے ہیں اس کی تجہیز وتکفین کے واسطے وہاں جو لوگ کاروبار میں مشغول ہیں وہ اپنے کاروبار میں مشغول رہیں اور باقی کلمہ پڑھے جاویں جس قدر ہو جاوے اور باقی مقدار اپنے گھر پڑھ دیویں کوئی حاجت اجتماع کی بھی نہیں، حدیث میں ایک جلسہ میں پڑھنا یا جمع ہو کر پڑھنا تو ذکر نہیں ہوا پڑھنا فرمایا ہے، جس طرح ہو پڑھ دیوے، قبر پر قرآن پڑھوانا درست ہے اگر توجہ الی اللہ ہو۔ اور اجرت کا خیال دونوں کو نہ ہو اور جو حسب عادت وعرف دیا جاتا ہے وہ بھی بحکم اجرت ہے، ایسے پڑھنے کا ثواب نہیں ہوتا نہ قاری کو نہ میت کو اور رسوم تیجہ ودسویں وغیرہ میں جانا بھی منع ہے۔ (تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص/ 142)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کا تصور وظیفہ کے وقت پسندیدہ نہیں

حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں: تصور روضہ مطہرہ کا وظیفہ کے وقت میں اگرچہ بت پرستی تو نہیں مگر میں پسند نہیں کرتا۔ (تذکرۃ الرشید،ص/193)

استغفار کے الفاظ کیا ہیں اور کیسے پڑھیں

حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: استغفار کے منافع اس امت کے واسطے وہی ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا اور قرآن میں اس امت کو سنانے کو ذکر فرمایا ہے، آگے فرماتے ہیں استغفار کے معنی بخشش چاہنے کے ہیں، جس لفظ سے بخشش چاہنا ہوگا بس وہی استغفار ہے، خواہ کسی زبان میں ہو، اگر کوئی کہے الٰہی میری توبہ، یہ بھی استغفار ہے، اور اگر کہے کہ الٰہی بخش دے، یہ بھی استغفار ہے۔

اللھم اغفرلی اور استغفر اللہ۔

یہ بھی استغفار ہے۔ غرض کسی لفظ سے استغفار کرے جو فضیلت استغفار کی ہے سب حاصل ہوگی، مگر وہ صیغہ کہ اس کی فضیلت حدیث میں آگئی ہے اس میں زیادہ ثواب ہوگا، اس واسطے استغفر اللہ الذی لاالہ الاہو الحی القیوم واتو ب الیہ یہ افضل ہے۔ اس واسطے کہ متضمن ہے کلمہ توحید پر اور صفات حق تعالیٰ کی اس میں زائد ہیں ورنہ نفس استغفار میں سب برابر ہیں، پس گھڑی بھر میں استغفر اللہ، استغفر اللہ، مثلاً ہزار بار اور اتنی ہی دیر میں مثلاً استغفار حدیث کو سو بار کہے تو بوجہ استغفار کے وہ افضل ہوگا، اور بوجہ اس فضیلت توحید کے یہ افضل ہوگا، فضیلت کلی نہیں دے سکتا بعض وجہ کر وہ افضل ہے اور بعض وجہ کر یہ افضل ہے۔ آگے ارشاد فرماتے ہیں: بغیر حضور کے استغفار پڑھنے میں جو فضائل کہ استغفار کے ہیں حاصل نہیں ہوتے، مگر ثواب سے خالی بھی نہیں ہے۔ (تذکرۃ الرشید، جلد اول ص/193)

یٰسٓ شریف کی برکت سے قبر سے مردہ باہر آگیا

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک مرتبہ امام ناصر الدین بستی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہوگیا، اعزاء واقرباء نے آپ کو مردہ تصور کر کے دفن کر دیا، رات کے وقت آپ کو ہوش آیا خود کو مدفون دیکھا، سخت متحیر ہوئے، اس حیرت و پریشانی واضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ کوئی شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورہ یٰسٓ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب و پریشانی کو دور کرتا ہے، اور وہ تنگی اس کی فراخی سے بدل جاتی ہے، یہ سوچ کر سورہ یٰسٓ پڑھنی شروع کی آپ انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے، اثر کشادگی ظاہر ہوا، اور ہوا یہ کہ کوئی کفن چور کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھود رہا تھا، امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے، پس اس خیال سے کہ مبادا یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص زندہ مدفون ہے اور یہ اپنے ارادہ سے باز رہے، چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے، القصہ جب آپ نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا تو یہ کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا، آپ اٹھ کر قبر سے باہر آئے کفن چور نے جب یہ امر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ہیبت سے اس کا دل پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ خوف کھا کر گر پڑا اور مر گیا۔ امام کو اس کی ہلاکت کا بہت تاسف ہوا اور اپنے دل سے کہا کہ تو نے اس قدر جلدی کی اس کو اپنا کام کر لینے دیا ہوتا اور پھر باہر نکلتا، الغرض پشیمان ہوتے ہوئے باہر آئے اور خیال کیا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں گا لوگوں کو اس محال کے وقوع سے سخت پریشانی وحیرت وہیبت ہوگی خوف کھائیں گے، پس آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلہ کے دروازے کے آگے پکارتے کہ میں امام ناصر الدین بستی ہوں تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت

میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصور کیا اور دفن کر دیا، میں زندہ ہوں۔خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ یہ تفسیر انہوں نے اس کے بعد لکھی تھی۔ (فوائد الفواد،ص/139)

میں نے قبر میں جھانکا تو ایک شخص سونے کا قرآن لئے بیٹھا تھا

علامہ یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک متقی پارسا شخص کی روایت ہے کہ میں نے ایک عابد زاہد شخص کیلئے قبر کھودی تو قبر میں اتر کر اسے درست کرنے لگا اس دوران ساتھ والی قبر کی ایک اینٹ نیچے گر گئی، میں نے جھانکا تو ایک شخص بالکل نیا کڑک دار لباس پہنے بیٹھا ہوا تھا اس کی گود میں قرآن کریم تھا جو سونے کا تھا اس کے حروف بھی سارے سونے کے تھے وہ اسے پڑھ رہا تھا اس نے میری طرف دیکھ کر پوچھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے؟ اللہ تجھ پر رحم کرے، میں نے کہا نہیں، کہا اللہ تیری حفاظت فرمائے، اس اینٹ کو اس جگہ رکھ دو، تو میں نے اینٹ اٹھا کر اس کی جگہ رکھ دی۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور،ص204)

میت کے توسل سے دعا کرنا صحیح ہے

ذیل میں توسل کے ثبوت میں شواہد، دلائل اور چند واقعات پیش کرتے ہیں:

(1) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے صفوان بن سلیم اور اس کی قلت حدیث اور چند ایسی باتوں کا ذکر کیا گیا جن سے لوگوں نے اختلاف کیا تھا آپ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کی حدیث سے شفا حاصل کی جاتی ہے، اور اس کے ذکر سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

عن ابی بکر صدقه قال ذکر لاحمد بن حنبل صفوان بن سلیم وقلة حدیثه واشیاء خولف فیها فقال هذا رجل انما کان یستشفی بحدیثه ویستنزل القطر بذکره۔

(2) ابو الربیع بن سالم الحافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے والد ماجد ابو محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت مصر میں قحط پڑا ہوا تھا، جب انہیں قبر کے کنارے رکھا گیا تو لوگوں نے قحط کو دور کرنے کیلئے رب تعالیٰ کے حضور ان کے توسل سے دعا مانگی۔

چنانچہ اسی رات ہی موسلا دھار بارش ہوئی ایک ہفتہ تک لوگ ان کی قبر پر کیچڑ والی زمین سے گذر کر آتے رہے۔

قال ابو الربیع بن سالم الحافظ کان وقع وفاۃ ابی محمد بن عبد اللہ قحط مصر فلما وضع علی شفیر القبر توسلو ابہ الی اللہ فی اغاثتھم فسقوا فی تلک اللیلۃ قطر اوبلا وما اختلف الناس الی قبرہ مدۃ الاسبوع الا فی الوحل والطین۔ (تذکرۃ الحافظ، جلد 4، ص/111)

(3) خطیب شیخ الحنابلہ ابو علی خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: مجھے جب بھی کوئی سخت امر پیش آتا تو موسیٰ بن جعفر الکاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جاتا اور ان کے توسل سے دعا مانگتا تو اللہ تعالیٰ جو میں چاہتا ہو اس کو آسان فرمادیتے تھے۔

قال سمعت الحسن بن ابراھیم ابا علی الخلال یقول ماھمنی امر فقصدت قبر موسیٰ بن جعفر واتوسل بہ الا سھل اللہ تعالیٰ ما۔ (تاریخ بغداد، ج، 1، ص/133)

(4) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام ابو محمد حجری رحمہ اللہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت لوگ قحط میں مبتلا تھے، جب آپ کا جنازہ تدفین کیلئے رکھا گیا تو لوگوں نے آپ کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تو خوب موسلا دھار بارش برسی لوگ ایک ہفتہ تک ان کی قبر پر کیچڑ پر چل کر آتے رہے۔

سمعت ابا الربیع بن سالم یقول صادف وقت وفاتہ قحط فلما وضعت جنازتہ توسلوا بہ الی اللہ فسقوا، وما اختلف الناس الی قبرہ مدۃ الاسبوع الا فی الوحل۔

(سیر اعلام النبلاء، ج، 21، ص/252)

(5) خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسماعیل بن حسین الصرصری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے بیان فرماتے ہیں:

ابوحمزہ ابن قاسم بن عبدالعزیز ہاشمی نے بارش کی دعا مانگتے ہوئے کہا، اے اللہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کی دعا مانگی پس بارش ہوئی اور وہ میرے والد تھے ۔(یعنی میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہوں) میں ان کے توسل سے بارش کی دعا مانگتا ہوں، راوی کہتے ہیں یہ کہہ کر انہوں نے اپنی چادر کو الٹا یا ابھی وہ منبر پر ہی تھے کہ بارش برسنے لگی۔ (تاریخ بغداد، ج،8ص/187)

قال سمعت اسماعیل بن الحسین الصرصری استسقی ابو عمر حمزہ بن القاسم بن عبد العزیز الھاشمی فقال اللھم ان عمر بن الخطاب استسقی بشیبۃ العباس فسقی وھو ابی وانا استسقی بہ قال: فاخذیحول رداءہ فنزل المطر وھو علی المنبر۔ (تاریخ بغداد)

(6) ابوالحسین ابن الطیوری حکایت کرتے ہیں کہ بعض گاؤں کے لوگوں نے بتلایا کہ جب بھی ہم پر قحط پڑتا تھا تو ہم ابن العشاری رحمۃ اللہ علیہ کے توسل سے بارش مانگا کرتے تھے تو ہم پر بارش رہتی تھی۔

وحکی ابوالحسن بن الطیوری قال قال لی بعض اہل البادیۃ اذا قحطتنا استسقینا بابن العشاری فنسقی۔ (طبقات الحنابلۃ، ج،2،ص/192)

قاضی صاحب سب لوگوں کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس رونے لگے تو بارش ہوئی

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں نقل کرتے ہیں:

ابو علیٰ غسانی کہتے ہیں ہمیں ابو فاتح بن حسن سکتی سمرقندی جو ہمارے پاس ۴۶۴ ہجری میں بلنسیہ (یہ اسپین کی ایک بندرگاہ کا نام ہے) آئے تھے انہوں نے خبر دی کہ ایک سال ہمارے یہاں سمرقند میں قحط پڑ گیا اور بارش بند ہوگئی، لوگوں نے بارہا بارش کی دعائیں کی مگر بارش نہ ہوئی، تو ایک معروف نیکوکار شخص سمرقند کے قاضی کے پاس آیا اور کہنے لگا، میری ایک رائے ہے جو میں آپ کے پاس پیش کرنا چاہتا ہوں قاضی نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ سب لوگ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے پاس جائیں اور وہاں جا کر بارش کی دعا مانگیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش برسا دے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک خرتنگ میں تھی، قاضی کہنے لگا تم نے بڑی اچھی بات کہی۔

فخرج القاضی والناس معه واستسقی القاضی بالناس وبکی الناس عند القبر وتشفعوا ابصاحبه فارسل اللہ تعالیٰ بماء عظیم غزیر اقام الناس من اجله بخرتنک سبعة ایام او نحوها لا یستطیع احد الوصول الی سمر قند من کثرة المطر وغزارته وبین خرتنک وسمر قند ثلاثة امیال۔ (سیر الاعلام النبلاء، ج،12، ص449)

چنانچہ قاضی سب لوگوں کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس رونے لگے انہوں نے صاحب توقیر کے ذریعہ رب کے حضور تقرب اور رسائی طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے ایک بارش سے لبریز گھنا بادل بھیجا وہ یوں موسلا دھار برسا کہ لوگ سات دن تک خرتنگ میں ہی ٹھہرے رہے، شدید بارش کی وجہ سے کوئی سمرقند نہ پہنچ سکا، جبکہ سمرقند اور خرتنگ میں فقط تین میل کا فاصلہ تھا۔

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں کسی کو آگ کا عذاب نہیں ہوتا

حافظ ابن رجب حنبل رحمۃ اللہ علیہ ابوالبرکات طلحہ بن احمد عاقلولی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: وہ کہتے تھے میرا ایک دوست تھا جس کا نام ثابت تھا وہ بڑا نیک شخص تھا تلاوت قرآن اور امر بالمعروف اورنھی عن المنکر کا اہتمام کیا کرتا تھا، اس کا انتقال ہوگیا اور میں کسی وجہ سے اس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکا میں نے خواب میں اس کی زیارت کی میں نے اسے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور مجھ سے اعراض کیا میں نے کہا اے ثابت تو مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا جبکہ تو میرا دوست ہے، تیرے اور میرے درمیان محبت ومودت ہے، اس نے کہا تو میرا دوست ہے پھر بھی تو نے میرا جنازہ نہیں پڑھا میں نے اسے اپنا عذر بیان کیا اور معذرت چاہی۔

ثم قلت له حدثنی کیف انت بقبر احمدبن حنبل ؟لانه دفن هناک فقال لیس فی قبر احمد احدیعذب بالنار۔(ذیل طبقات الحنابلۃ، ج،1،ص/312)

پھر میں نے ان سے ہوچھا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں تیرا کیا خیال ہے؟ وہ شخص وہیں مدفون تھا، اس نے کہا: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں کسی کو آگ کا عذاب نہیں ہوتا۔

عثمان بن موسیٰ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ عثمان ابن موسیٰ طائی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ: آپ کا مکہ میں ۴۷۴ ہجری میں بروز جمعرات انتقال ہوا، کہتے ہیں کہ ان کی قبر کے پاس دعا قبول کی جاتی ہے۔ان الدعاء یستجاب عند قبره۔

(وفیات الاعیان وانبیاء ابناء الزمان، ترجمہ الاصمعی، ج،3ص/173)

شیخ ابوبکر کی قبر کے واسطہ سے اللہ کی بارگاہ میں بارش طلب کرنے کا واقعہ

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں کہتے ہیں، عبدالغافر رحمہ اللہ التاریخ میں کہتے ہیں استاذ ابوبکر کی قبر "حیرۃ" میں ہے آپ کی قبر مبارک کے واسطہ سے خدا کی بارگاہ میں بارش طلب کی جاتی ہے۔

قال عبدالغافر فی سیاق التاریخ الاستاد بوبکر قبره بالحیرة یستسقی به۔ (سیر الاعلام النبلاء، ج،17،ص/214)

ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر حیرہ میں ہےاورزیارت گاہ عام ہے اورلوگوں کی یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

ودفن بالحیرة ومشهده بهاظاهریزارویستسقی به وتجاب الدعوة عنده۔ (وفیات الاعیان وانبیاء ابناء الزمان، ج4،ص/272)

مشہور شہداء کی قبروں کے پاس دعا کی برکت دیکھئے

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن عبدالواحد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں آپ باب صغیر کے شہداء کی قبروں پر بدھ کے روز ظہر اور عصر کے درمیان پابندی کے ساتھ دعا مانگنے جایا کرتے تھے اور کہتے تھے میں نے ایسی دعا نہیں دیکھی یا اتنی جلدی دعا قبول ہونے والی دعا نہیں دیکھی وہ یہ ہے۔

یا الله ،یا الله،انت الله،بلی والله انت الله لااله الاانت الله ، الله ،الله والله ،انه لااله الا انت ۔

یا اللہ، یا اللہ،تو ہی اللہ ہے ہاں واللہ تو ہی اللہ ہے تیرے علا وہ کوئی معبود نہیں، اللہ، اللہ، اللہ، واللہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

ویواظب علی الدعاء یوم الاربعاء بین الظہر والعصر بمقابر الشہداء من باب الصغیر وقال مارئیت مثل ھذا الدعاء اواسرع اجابۃ منہ یا اللہ ،یا اللہ انت اللہ بلی واللہ انت اللہ لاالہ الاانت اللہ ،اللہ ،اللہ ،واللہ،انہ لاالہ الاانت ۔

علامہ خلعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر زیارت گاہ جن وانس تھی

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ قاضی ابوالحسن خلعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سیرت نبویہ کے راوی مسند دیار مصر کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ ابن الانماطی کہتے ہیں: علامہ خلعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قرافہ میں تھی اور جن وانس کی قبر کے نام سے معروف تھی، مشہور تھا کہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

قال ابن الانما طی قبرالخلعی بالقرافۃ یعرف بقبرقاضی الجن والانس یعرف باجابۃ الدعاء عندہ ۔(سیر اعلام النبلاء، ج،19،ص/77)

معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کا فیض

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک تریاق اور مجرب ہے (یعنی وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں) اسی طرح ابوالفضل زہری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک قضاء حوائج کیلئے مجرب ہے، اور کہتے ہیں کہ جو وہاں سو مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھے گا اور رب تعالیٰ کی ذات سے اپنی مراد مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پورا فرمادیں گے، ابوعبداللہ بن محاملی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ستر سال سے معروف کرخی کی قبر مبارک کو دیکھ رہا ہوں کہ جس مصیبت زدہ نے بھی ان کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے اس کے غم اور مصیبت کو دور کر دیا۔

سمعت ابراهيم الحربي يقول قبر معروف الترباق المجرب اخبرني ابو اسحاق ابراهيم بن عمر ابر مكي قال نبانا ابو الفضل عبيدالله بن عبد الرحمان بن محمد الزهري قال سمعت ابي يقول قبر معروف الكرخي مجرب تقضاء الحوائج ويقال انه من قراعنده مائة مرة قل هو الله احد وسال الله تعالىٰ مايريد قضى الله له حاجته سمعت ابا عبد الله بن المحاملي يقول اعرف قبره معروف الكرخي منذ سبعين سنة ما مقصده مهموم الا اخرج الله همه۔ (تاریخ بغداد، ج،1، ص/135)

انبیاء اور مشائخ وصالحین کی قبروں کے پاس دعا کی قبولیت کی دلیل

حصن حصین میں علامہ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل فصل باندھی ہے، جس میں ان جگہوں کا ذکر کیا ہے جن میں دعا قبول ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: کعبہ کو پہلی مرتبہ دیکھنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اور مساجد ثلاثہ مسجد نبویؐ، مسجد اقصی، اور مسجد حرام کے مشہور مقامات پر دعاؤں کا قبول ہونا مجرب ہے، اور سورہ انعام میں جلالتین کے درمیان طواف میں ،ملتزم کے پاس اور انبیاء کرام علیہ السلام کی قبور کے پاس دعا قبول ہوتی ہے اور صلحاء کی قبروں کے پاس معروف شرائط کے ساتھ دعاؤں کا قبول ہونا مجرب ہے۔

وورد مجربا فی مواضع كثيرة مشهورة فی المساجد الثلاچة وبين الجلالتين من سورة الانعام وفی الطواف وعند الملتزم وجرب استجابة الدعاء وعند قبور الصالحين بشروط معروفة۔ (الحصن الحصین من کلام سید المرسلین، ص/54)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر حاشیہ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں اس کی وجہ ان حضرات کے شرف عظمت اور برکت کا ان مقامات پر نزول ہے، ہم یہ

بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مکان کی برکت دعا مانگنے والے تک سرایت کرتی ہے، جس طرح صالحین کا کثرت ذکر کرنے والوں کی برکت ان کے پاس بیٹھے والوں تک جوان صلحاء میں سے نہ ہوں سرایت کرتی ہے۔

ارشاد نبوی ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا ان سے محروم نہیں رہتا ہے، اس سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

حوالہ دیکھئے:ووجه ذالک مزید الشرف ونزول البرکة وقدقدمنا انها لتسری برکة الصالحین الذاکرین الله سبحانه علی من دخل فیهم فمن لیس هو منهم کما یفید قوله ﷺ هم القوم لا یشقی جلیسهم۔ (تحفۃ الذاکرین، بعدہ الحصن الحصین، ص/74)

نیک بندہ کی قبر کے پاس دفن ہونے کی برکت سے عذاب سے نجات کی امید ہوسکتی ہے

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ابو یوسف بختانؒ کی سند سے بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا تو ایک شخص نے خواب میں دیکھا گویا کہ ہر قبر پر ایک قندیل روشن ہے۔

اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اسے کہا گیا تمہیں نہیں پتہ کہ ان قبر والوں کی قبروں کو اس شخص کی وجہ سے منور کیا گیا ہے جس کی قبر ان کے درمیان ہے ان میں سے بعض کو عذاب ہورہا تھا، اس آنے والے کی برکت سے اس عذاب کو ہٹا کر اس پر رحم کیا گیا۔

حدثنی ابو یوسف بن نجتان و کان من خیار المسلمین قال لمامات احمد بن حنبل رای رجل فی منامه کان علی کل له ما علمت انه نور لاهل القبور قبورهم بنزول هذا الرجل بین اظهرهم قد کان فیهم من یعذب فرحم۔ (تاریخ بغداد باب ماذکر فی مقابر بغداد، ج، ص/134)

آدمی اپنی قبر کیلئے جگہ کا انتخاب کرسکتا ہے

علّامہ ابن العماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں فرماتے ہیں: علّامہ ابن ناصرالدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک تحریر میں ارشادفرماتے ہیں کہ مجھے ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کھودنے والے نے خود بیان کیا کہ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اپنی وفات سے چند ایام قبل ان کے پاس آئے اور کہا میرے لئے یہاں قبر کھودنا پھر اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں اب وہ مدفون ہیں، وہ گورکن کہتا ہے میں نے ان کیلئے قبر کھودی جب میں قبر کھود چکا تو وہ قبر میں اتر کر لیٹ گئے، انہوں نے قبر کو پسند کیا اور فرمایا اچھی قبر ہے، پھر باہر آ گئے، وہ گورکن کہتا ہے خدا کی قسم چند دن بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ ان کی میت اٹھا کر لائی گئی، میں نے ان کو خود قبر میں اتارا اور انہیں دفن کیا۔ (شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ج،8،ص/58)

ایک نیک میت کے پہلو میں دفن ہونے کی برکت سے جہنم سے نجات مل گئی

حدثنا عبداللہ بن نافع قال مات رجل من اھل المدینۃ فراہ رجل کانہ من اھل النار فاغتنم ذالک ثم انہ بعد ساعۃ او ثانیہ راہ کانہ من اھل الجنۃ فقال الم تکن قلت انک من اھل النار قال قد کان ذالک الا انہ دفن معنا رجل من الصالحین فشفع فی اربعین من جیر انہ فکنت انامنہ۔ (کتاب الروح عذاب القبر دائم منقطع ،ص/90)

ترجمہ: عبداللہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کا ایک شخص فوت ہوگیا ایک آدمی نے اس کو خواب میں دیکھا گویا کہ وہ آگ میں جل رہا ہے، وہ اس بات سے بڑا غمگین ہوگیا، ایک گھنٹہ یا چند سکنڈ کے بعد اس شخص نے اسے خواب میں دیکھا گویا وہ جنت والوں میں سے ہے، اس نے اس مرنے والے سے پوچھا تم نے کہا تھا گویا کہ میں دوزخ والوں میں

سے ہوں؟ اوراب جنت والوں میں ہو یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا بات یہی تھی مگر ہوا یہ کہ ایک نیک شخص میرے پہلو میں دفن کیا گیا اس نے چالیس آدمیوں کے عذاب ہٹائے جانے کی شفاعت کی اوراس کی شفاعت قبول ہوگئی، میں ان چالیس میں سے ایک تھا۔

والدہ کی دعا سے مردہ بیٹا زندہ ہوگیا

علّامہ ابن جوزی صفۃ الصفوہ میں فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک انصاری آیا وہ بیماری سے بوجھل ہو رہا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے اس کا انتقال ہوگیا، اس پر ہم نے چادر ڈال دی اس کی والدہ بڑی بوڑھی تھیں وہ اس کے سرہانے کھڑی تھیں، ہمارے ایک ساتھی نے اس کی طرف دیکھا اور کہا اے بوڑھیا صبر کر اور اس میت پر اللہ سے اجر کی امید رکھ، اس نے کہا کیا بات ہے؟ کیا میرا بیٹا مرگیا؟ ہم نے کہا جی ہاں اس نے کہا کیا تم لوگ سچ کہہ رہے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں تو اس نے اللہ کی طرف اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! میں نے اس امید پر اسلام قبول کیا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف ہجرت کی کہ آپ ہر مصیبت اور سختی میں میری مدد کریں گے، پس آج آپ مجھ پر یہ مصیبت نہ ڈالئے، راوی کہتے ہیں اس بڑھیا نے دعا مانگی ہی تھی کہ اس کے بیٹے نے زندہ ہوکر اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور تھوڑی دیر بعد ہی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ (صفۃ الصفوہ لابن الجوزی، ج،2ص/73)

ایک اللہ والے کا سر تن سے جدا ہوکر قرآن پڑھنے لگا

عبدالرحمٰن بن یزید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تین مجاہد نوجوان تھے جو وقتاً فوقتاً سرزمین روم جاکر حملے کرکے واپس آجاتے تھے ایک دفعہ یہ تینوں رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے، گرفتاری کے بعد ان کو شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ نے ان پر اپنا

دین پیش کیا، انہوں نے کہا اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب مطلقاً قبول نہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

بادشاہ نے یہ سن کر گرفتا کر کے لانے والوں سے کہا کہ ان کو لے جاؤ، بادشاہ ایک ندی کے پاس ایک چھوٹے سے ٹیلے پر بیٹھا ہوا تھا اہلکار ان کو پکڑ کر ندی کے کنارے لے گئے، ایک مجاہد کی گردن تن سے جدا کر دی تو اس کا سر ندی میں جا کر گرا اور گر کر اچانک سب کے برابر میں سیدھا کھڑا ہو گیا، جیسے زندہ انسان کا سر ہوتا ہے اور اپنا چہرہ سب کی طرف کر دیا اور زبان پر یہ آیت جاری تھی۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ (سورۃ الفجر)

ترجمہ: اے نفس! مطمئنہ چل اپنے رب کی طرف اس طرح کہ تو بھی خوش ہونے والا ہے اور تجھے بھی پسند کیا جا رہا ہے، پھر داخل ہو جا میرے (مقرب) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں، یہ دیکھ کر سب خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ (من عاش بعد الموت، ص/38)

بزرگوں کے مزارات پر فیض حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: استفاضہ (یعنی فیض حاصل کرنے کا طریقہ) اہل سلوک سب کیلئے یہ ہے کہ قبر کے قریب بیٹھ کر اپنی اور میت کی روح کا تصور کرے اور دونوں میں اتصال کا تصور کرے، اور یہ تصور کرے کہ اس اتصال سے فلاں کیفیت مثلاً محبت یا خشیت وغیرہ میت کی روح سے میری روح پر فائض ہو رہی ہے، اگر اول جی نہ لگے تو تنگ نہ ہو۔ (اصلاح کا تیر بہدف نسخہ، ص37)

قرآن کے ذریعہ قبروں کی آوازیں سنی جاتی ہیں

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ''صحبتے با اہل دل'' میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: حضرت مولانا یعقوب مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: روح کا اپنے تعلق والوں سے بڑا تعلق رہتا ہے، یہ بات دلیلوں سے ثابت ہے:

قَالَ يا لَيْتَ قَومِي يَعلَمُونَ بِما غَفَرَ لي رَبِّي وَ جَعَلَني مِن المُكرَمينَ۔

سے بھی ظاہر ہوتا ہے، اب وہ قرآن مجید کے صندوقچہ سے ظاہر ہورہا ہے، یہ آوازیں قبرستانوں سے آتی ہیں۔آنکھیں بند کر لینے کی حالت میں (مراقبہ میں) تخیلی آواز آتی ہے لیکن قرآن مجید کے ذریعہ مستند اور ناقابل انکار طریقہ پر آوازیں آتی ہیں اور حقائق کا علم ہوتا ہے، کیسے کیسے سند یافتہ ترقی یافتہ اور معزز لوگ ان قبروں میں پڑے ہوئے ہیں، مولانا جامیؒ نے خوب فرمایا ہے، ؎

بر سرِ قبر یکے رفتم و گفتم چو نی
گفت احوال چہ پرسی چوتو آئی دانی
مگر از ذائقۃ الموت خبر نیست تُرا
تو کہ بیہوش دریں عالم سرگردانی (صحبتے با اہل دل ص/242)

قبر والے زبان حال سے نہیں زبان قال سے بولتے ہیں

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''صحبتے با اہل دل''، صفحہ ۳۲۰ پر اپنے قلم گہربار سے گوہرافشانی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: جاؤ اور قبرستان والوں سے پوچھو، دولت سے کھیلنے والے اور عیش و تنعم میں زندگی گزارنے والے خاک کا پیوند ہیں، تم کو یہ شہر خموشاں بتائے گا۔

كَمْ تَرَكُواْ مِن جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ,وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ,وَنَعْمَةٍ كَانُواْ فِيهَا فَٰكِهِينَ ,كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَٰهَا قَوْمًا ءَاخَرِينَ۔(سورہ دخان)

بہت سے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور گھر خاصے اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے۔ یونہی ہوا، اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کے۔

کہو گے قبروالے کب بولتے ہیں، میں کہتا ہوں قبروالے زبان حال سے نہیں زبان قال سے بولتے ہیں، سننے کی طاقت ہونی چاہئے، صلاحیت اور مناسبت ہونی چاہئے، جس طرح اس دنیا میں دور دراز علاقے کی بات آپ ٹیلیفون اور لاسلکی سے سنتے ہیں مگر کب جب آپ ریسیور یا آلہ سماعت اپنے کانوں سے لیتے ہیں اسی طرح قبر والوں کی بولی سننے کیلئے بھی ایک رسیور کی ضرورت ہے، اور وہ ہے قرآن کریم اس کے ذریعہ سنو تو سن سکو گے۔ قبر والے کہہ رہے ہیں اور پکار کر کہہ رہے ہیں:

يَٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَٰلِمِيْنَ۔

ہائے کم بختی ہماری! ہم بے خبر رہے اس سے، بلکہ ہم تھے گنہگار۔

قبر والے چھاتی کوٹ رہے ہیں

کیا کہوں قبروالے اپنی چھاتی کوٹ رہے ہیں، ماتم کر رہے ہیں اس غم میں کہ دنیا کی زندگی برباد کی اور دنیا کے عارضی عیش و تنعم میں پڑ کر خدا فراموش بن کر بیٹھے اور آخرت کا عیش بھول گئے، یہ قول اُن لوگوں کا ہوگا جو کافر ہوں گے، اور قیامت میں کہیں گے، کہاں گیا وہ تزک واحتشام، وہ عزت وترقی، وہ مال ودولت، وہ آرام وراحت جو دنیا میں ہم کو حاصل تھا۔

مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ۔ (جس نے چکھا نہیں وہ کیا جانے) (صحبتے با اہل دل، ص/320)

کیا اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں؟

اسلامی روایات کی رو سے ہر مرنے والے کو برزخ میں ایک خاص قسم کی حیات ملتی ہے جس سے وہ قبر کے عذاب وثواب کو محسوس کرتا ہے اس میں مومن وکافر یا صالح وفاسق میں کوئی فرق نہیں لیکن اس حیاتِ برزخی کے مختلف درجات ہیں، ایک درجہ تو سب کو عام وشامل ہے، کچھ درجے انبیاء وصلحاء کے لیے مخصوص ہیں، ان میں بھی باہمی تفاضل ہے، انبیاء کی حیات سب سے اقوی ہے اس کے بعد شہداء کی حیات ہے اور یہ شہداء عام ہیں، چاہے حقیقی شہداء ہوں مثلاً اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ہوں، یا حکمی جیسے مؤذن، محتسب، طالب علم، مبطون وغیرہ وغیرہ۔ ان ہی شہداء میں بعض اولیاء بھی شامل ہیں، چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بیان القرآن (۱/ ۸۸، مکتبہ الحق) میں لکھا ہے" البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء وصالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے شریک ہیں سومجاہدہ نفس میں مرنے کو بھی معنیً شہادت میں داخل سمجھیں گے اس طور پر وہ شہدا ہوئے"۔

مزاراتِ اولیاء پر سجدہ کی بدعت

اولیاء اللہ کے مزارات پر بعض لوگ سجدہ کرتے ہیں حالاں کہ سجدہ تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے لئے جائز نہیں ہے؛ مگر افسوس کہ یہ لوگ بلا جھجک و بلا کھٹک اولیاء اللہ کے مزاروں پر سجدہ کرتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایسے لوگ اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے؛ بلکہ نماز پڑھنے والوں کو گالیاں دیتے اوران کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

قرآن تو جگہ جگہ یہ کہتا ہے کہ فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ اور وَ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ۔

کہ اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

مگر یہ خدا سے غافل ہو کر مخلوق کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور اللہ کی عبادت کو اور عبادت کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مقامِ حیرہ گیا تو وہاں دیکھا کہ لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے (دل دل میں) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہو، اتو عرض کیا کہ میں حیرہ شہر گیا تھا اور میں نے وہاں دیکھا کہ لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں اور آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اگر میری قبر کے پاس سے گزرو گے، تو اس کو بھی سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، (قبر کو تو سجدہ نہیں کروں گا، زندگی میں سجدہ کی اجازت چاہتا ہوں) آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا، میں اگر کسی کو سجدہ کا حکم دیتا، تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ (ابوداؤد: ۱۸۲۸، دارمی: ۱۴۲۷)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی: ۱۰۷۹)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت سراقہ بن مالک، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت طلق بن علی، حضرت ام سلمہ، حضرت انس اور حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہم) سے روایات آئی ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے سوا کسی کے لیے سجدہ جائز نہیں حتّٰی کہ حضرت آقائے دو جہاں، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات محمد عربی (فداہ روحی وابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی جائز نہیں، نہ زندگی میں اور نہ وفات کے بعد قبر پر، جیسا کہ اوپر کی حدیث سے واضح

ہے، اب غور کیجئے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سجدہ جائز نہیں تو کسی پیر، ولی، غوث، قطب، یا ابدال کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ لہٰذا یہ صریح حرام اوراس کا ارتکاب معصیت ہے۔ بعض لوگ جواس قسم کی شرکیہ اور بدعیہ باتوں میں ملوث ہوتے ہیں، اپنے ان خرافات کو جواز کے دائرہ میں لانے کے لیے بعض مہمل تاویلات سے کام لیتے ہیں، مثلاً بعض کہا کرتے ہیں کہ ہم عبادت کے طور پر نہیں؛ بلکہ تعظیم کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔ مگر یہ تاویل لغواور بے سود ہے کیوں کہ جو حدیث اوپر عرض کی گئی وہ صاف بتارہی ہے کہ کسی بھی قسم کا سجدہ غیر اللہ کے لیے جائز نہیں، کیوں کہ اس حدیث میں سجدہ عبودیت کا سوال نہیں ہے؛ بلکہ ان صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا تھا وہ سجدۂ تعظیمی ہی کے متعلق تھا۔ کیوں کہ صحابی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہی کی خاطر یہ اجازت چاہ رہے تھے، نہ کہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے لیے۔ کیوں کہ عبادت تو غیر اللہ کی کبھی اور کسی بھی شریعت میں جائز نہیں تھی اور صحابی توصحابی آج کا عام مسلمان بھی اس بات کو جانتا ہے، تو پھر کیا صحابی آپ کی عبادت کیلیے اجازت مانگ سکتے ہیں؟ جب نہیں تو بات صاف ہے کہ ان کا سوال سجدۂ تعظیمی کے بارے میں تھا اور اسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اللہ کے سوا کسی کے لیے بھی سجدہ جائز نہیں جس سے واضح ہے کہ آپ کی مراد اس سے سجدۂ تعظیمی ہی ہے، معلوم ہوا کہ اسلام میں سجدۂ تعظیمی بھی اللہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

اولیاء اللہ کی قبروں پر منتیں ماننا اور حاجتیں مانگنا

بہت سے لوگ اولیاء اللہ سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہیں اوران کے نام پر منت مانتے ہیں، یہ بھی حرام اور شرکیہ کام ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی کسی کی حاجت ومراد بر

لانے والانہیں۔مشکل کشاوحاجت رواصرف اورصرف اللہ ہے،اس موضوع پر احقر نے اپنی کتاب ''دیوبندیت وبریلویت'' میں کسی قدر تفصیل سے دلائل کے ساتھ کلام کیا ہے۔

(دیوبندیت وبریلویت،دلائل کے آئینہ میں:۱۳۱تا۱۴۲)

اورنذرومنت چوں کہ ایک عبادت ہےاورعبادت سوائے اللہ کے کسی اور کے لیےنہیں ہوسکتی،لہٰذاوہ بھی غیراللہ کے لیےناجائز ہے،پھراگراس نذرمیں کسی گناہ کی نذرکی جائے،تواور زیادہ گناہ کی بات ہے،مثلاً کسی نے نذرمانی کہ میرابچہ صحت یاب ہوگیاتوکالےشاہ کےمزارپر گھوڑایاصندل چڑھاؤں گایاڈھول بجواؤں گاوغیرہ،تویہ غیراللہ کی نذرکےساتھ ساتھ ایک حرام کام کی نذرہےاورحرام کام کی نذراللہ کے لیے ماننابھی جائزنہیں،توغیراللہ کے لیے مانناور زیادہ گناہ کی بات ہے،حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا نذر فی معصیة اللّٰہ۔(مسلم:۳۰۹۹،نسائی:۳۷۵۲،احمد:۱۹۰۱۰،ابوداؤد:۲۸۴۹،ابن ماجہ:۲۱۱۶،ترمذی:۱۴۴۴)

یعنی اللہ کی معصیت میں نذرجائزنہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ:

من نذر ان یطیع اللّٰہ فلیطعہ و من نذر ان یعصیہ فلا یعصہ۔

(یعنی جوشخص اللہ کی اطاعت کی نذرمانے وہ (اپنی نذرکوپوراکرکے) اللہ کی اطاعت کرےاورجواللہ کی معصیت کی نذرمانے وہ (اپنی نذرکے ذریعہ) اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔(بخاری:۶۲۰۲،نسائی:۳۷۴۶،ابوداؤد:۲۸۶۲،ابن ماجہ:۲۱۱۷،احمد:۲۲۹۴۶،مالک:۹۰۲،دارمی:۲۲۳۳)

ایک حدیث میں ہے کہ:

لا وفاء لنذر فی معصیة اللّٰہ۔ کہ اللہ کی معصیت کی نذرکوپورانہیں کیاجائےگا۔(مسلم:۳۰۹۹،دارمی:۲۲۳۲،احمد:۱۹۰۱۷،ابوداؤد:۲۸۸۳)

اور اگر کوئی اس قسم کی نذر مان لے تو اس کو چاہئے کہ اس کو توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے، جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (نسائی: ۳۸۷۷، ترمذی: ۱۴۴۴، احمد: ۱۹۱۳۴)

خلاصہ یہ کہ نذر ایک تو غیر اللہ کے لیے نہیں ہو سکتی دوسرے کسی ناجائز کام کی نہیں ہو سکتی، اور یہ قبر پرست لوگ ان دونوں باتوں میں غلطی کرتے ہیں۔ ایک تو اولیاء اللہ کی نذر مانتے ہیں، دوسرے ناجائز کاموں کی نذر مانتے ہیں۔ پھر یہ نذر اس عقیدہ سے مانتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ ہماری مرادیں اور حاجتیں پوری کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ یہ تمام عقیدے اور اعمال اسلام کے خلاف ہیں اور بالکل مشرکین عرب کے اعمال وعقائد کے مطابق ہیں۔ اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''الفوز الکبیر'' میں فرمایا ہے:

''اور تم کو مشرکین کے احوال، اعمال وعقائد کی تصویر میں کچھ توقف ہو تو اس زمانے کے عوام اور جاہلوں کا حال دیکھ لو۔ خصوصاً ان کو جو دارالاسلام (دہلی) کے اطراف میں رہتے ہیں کہ وہ ولایت کو کیا خیال کرتے ہیں اور اس کے بارے میں ان کا کیا تخیل ہے۔ وہ قبروں پر اور آثار کو جاتے ہیں، اور مختلف قسم کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (الفوز الکبیر: ۵)

بہ ہر حال مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان خرافات وشرکیات سے بچیں اور اپنی حاجات میں اللہ کی طرف رجوع کریں۔ ہاں! ان بزرگوں کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کی جائے تو درست ہے۔ اس مسئلہ پر تفصیلی کلام احقر کی کتاب ''دیوبندیت وبریلویت'' میں موجود ہے۔

اولیاء کے مزارات پر عرس وصندل کی بدعت

عرس وصندل کے نام سے اولیاء اللہ کے مزارات پر جو خرافات ہوتے ہیں وہ تو اس قدر ظاہر ہیں کہ جس کے دل میں ذرا بھی حق پسندی ودیانت داری کا عنصر ہوگا وہ صاف صاف اس کو

غلط اور منکر سمجھے گا۔مگر شیطان نے بہت سے لوگوں کو بہکا رکھا ہے اور وہ ان خرافات کو دین و ایمان کا جز اور تمام فرضوں سے بڑھ کر فرض سمجھے ہوئے ہیں؛مگر مسلمانو! اللہ کے لیے غور کرو کہ کیا کبھی صحابہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا، یا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا عرس کیا، یا ان کے مزارات پر صندل چڑھایا تھا؟ اگر نہیں اور یقینا نہیں،تو بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ یہ دین کا کام اور نیکی وثواب کا کام نہیں ہے، ورنہ یہ حضرات ضرور اس کو اپناتے۔ جب نہیں اپنایا تو اسی لیے نہیں اپنایا کہ یہ دین کا کام نہیں ہے؛ بلکہ ان موقعوں پر ہونے والے افعال میں سے بہت سے کام خلافِ شرع ہیں۔مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ۔(احمد:۸۴۴۹،ابوداؤد:۱۷۴۶،مشکوٰۃ:۸۶،مجمع الزوائد:۲/۲۴۷)

مشہور محدث ملا علی القاری رحمہ اللہ شرحِ مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ میری قبر کو عید کی طرح لہو وسرور کا مظہر نہ بنالو، ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ میری قبر کو عید کی طرح سال میں ایک یا دو دن نہ آیا کرو؛ بلکہ بار بار آیا کرو۔اس کے بعد شارحِ مشکوٰۃ علامہ طیبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهة و زينة و كانت اليهود والنصارىٰ تفعل ذالك بقبور أنبيائهم فاورثهم الغفلة و القسوة و من عادة عبدة الأوثان أنهم لا يزالون يعظّمون أمواتهم حتى اتخذوها إصناما و إلى هذا أشار بقوله:"اللّٰهم لا تجعل قبري وثنا يعبد" فيكون المقصود من النهي ان يتجاوزوا في قبره غاية التجاوز۔(مرقاۃ المفاتیح:۲/۳۴۲)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (صحابہ) کو قبر پر عید کی طرح تفریحاً اور زینت کے طور پر جمع ہونے سے منع فرمایا اور یہود ونصاریٰ اپنے انبیا کی قبروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے پس

ان میں اس نے غفلت و سخت دلی پیدا کردی اور بتوں کے پجاریوں کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ سے اپنے مرے ہوئے لوگوں کی تعظیم کرتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ان (اھلِ قبور) کو بت بنا لیا، اوراسی کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ کیا ہے "اے اللہ! میری قبرکو بت نہ بنادے جس کی عبادت کی جائے" لہٰذا اس حدیث کا مقصود یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے بارے میں حد سے آگے بڑھنے سے منع کیا جائے)

حدیث کی ان تشریحات کے مطابق غور کیجئے کہ عرس کی ان کے رو سے کیا حیثیت قرار پاتی ہے؟ عرس میں لوگ زیب و زینت کے ساتھ ،تفریحاً اور لہو ولعب اور کھیل تماشے کی طرح جمع ہوتے ہیں ۔اوراس کے لئے مخصوص تاریخیں مقرر ہوتی ہیں، نیز اس میں گانا بجانا،قوالی و ناچ سب کچھ ہوتا ہے جو اسلام میں ناجائز اور حرام ہے،تو بھلا اس کی اجازت اسلامی نقطۂ نظر سے کیوں کر ہوسکتی ہے؟اور جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کے سلسلہ میں یہ فرمادیا ہے توکسی اور کی قبر پر عرس اور صندل کی اجازت کا کیا سوال پیدا ہوسکتا ہے؟

پھر عرس کے لئے آنے والے دوردور سے سفر کر کے آتے ہیں حالاں کہ بہت سے علما کے نزدیک ثواب کی نیت سے قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ وہ حضرات اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد، مسجدی هذا، و مسجد الحرام، و المسجد الاقصیٰ۔ (بخاری:۱۱۱۵،مسلم:۲۳۸۳،احمد:۱۱۵۵۷،ترمذی:۳۰۰،ابوداؤد:۱۷۳۸)

تین مساجد کے علاوہ کسی اورطرف کجاوہ نہ باندھنا یعنی سفر نہ کرنا،ایک میری مسجد (مسجدِ نبویؐ) دوسرے مسجدِ حرام (کعبۃ اللہ) اورتیسرے بیت المقدس۔

اگر چہ اس استدلال میں جمہور علما نے کلام کیا ہے؛لیکن اگر اس سفر سے معصیت کا ارتکاب لازم آتا ہے تو پھر وہ سفر جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قبورِ بزرگان کی زیارت کو سفر کر کے جانا مختلف فیہ ہے، بعض علماء درست کہتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں؛ مگر ہاں عرس کے دن زیارت کو جانا حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ مکمل: ص ۵۵۵)

ان تفصیلات سے واضح ہوا کہ عرس وصندل کے نام پر لوگوں کا، اولیاء اللہ کے مزاروں پر جمع ہونا، پھر وہاں مختلف ومتعدد گناہوں کا ارتکاب سخت معصیت ہے اور اس کا اسلامی مزاج سے اور نبوی طریقہ سے کوئی بھی جوڑ نہیں اور جو مجاور اور پیر لوگ ان سلسلوں کے بانی مبانی ہیں، ان کا ان سب چیزوں سے مقصود صرف مال بٹورنا ہوتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔

مزاراتِ اولیا پر عورتوں کو جانا جائز نہیں

اولیاء اللہ کی اور بعض جگہ عام قبروں پر بھی عورتیں زیارت کے لئے جاتی ہیں اور خصوصاً عرس وصندل وغیرہ کی رسموں میں ان کا وجود گویا لازم وضروری ہے، حالاں کہ بہت سے علماء نے عورتوں کے لئے قبروں پر حاضری وزیارت کو حرام وناجائز و باعثِ لعنت قرار دیا ہے اور ان حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ (ابوداؤد: ۲۸۱۷، ترمذی: ۲۹۴، نسائی: ۲۰۱۶، ابن ماجہ: ۱۵۶۴، احمد: ۱۹۲۶، مستدرکِ حاکم: ابن ابی شیبہ: ۳/ ۲۲۵)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے (زیارتِ قبور سے) عورتوں کو اس لئے منع کیا کہ ہم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں سے زیادہ گم راہ کسی کو نہیں پایا۔ (ابن ابی شیبہ: ۳/ ۲۲۶)

اس سلسلہ میں حنابلہ وشافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ عورتیں جوان ہوں یا بوڑھی، زیارتِ قبور کے لئے ان کا جانا مکروہ ہے اگر چہ کسی فتنہ کا خوف نہ ہو، اور اگر فتنہ کا خوف ہو، تو ان کا جانا حرام ہے، اور حضرات حنفیہ و مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ بوڑھی عورتیں اگر شرعی پابندیوں کے ساتھ

جائیں تو درست ہے؛ لیکن جوان عورتوں کا جانا، چوں کہ مفاسد پیدا کرتا ہے، اس لئے حرام ہے۔ (الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:۱/ ۵۴۰،شامی:۲/ ۲۴۲)

معلوم ہوا کہ اکثر علماء تو عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کو جائز نہیں کہتے اور جو جائز کہتے ہیں وہ بھی صرف بوڑھی عورتوں کے لئے جائز کہتے ہیں جب کہ وہ حدودِ شرعیہ واحکام شرعیہ کے خلاف نہ کرے۔

گھروں میں روحوں کے آنے کا عقیدہ غلط ہے

بعض جاہل لوگوں میں یہ عقیدہ ہے کہ برسی، چہلم، اور دوسرے بعض خاص خاص دنوں، جیسے عیدوں میں میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور اپنی پسندیدہ چیزیں کھاتی ہے اور اسی عقیدہ کی بنا پر بعض جگہ برسی وغیرہ کے موقعہ پر ایک کمرے میں دسترخوان پر میت کی پسندیدہ اشیا رکھی جاتی ہیں، تا کہ وہ اس کو کھا سکے۔ یہ عقیدہ انتہائی لغو و بے اصل اور نامعقول ہے، کیوں کہ میت اگر دوزخی اور عذاب میں گرفتار ہے، تو اس کی روح کا عذاب سے چھوٹ کر آنا کیوں کر ممکن ہے؟ اور اگر وہ جنتی ہے تو دنیا کی فانی و مادی چیزوں کی تلاش میں وہ کیوں آئے گی؟

لطیفہ: ایک جگہ اسی قسم کی تقریب میں ایک مولانا کو مدعو کیا گیا تو وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک دسترخوان پر مختلف کھانوں کے ساتھ بیڑی سگریٹ بھی ہے، مولانا کو حیرت ہوئی کہ یا اللہ! یہ بیڑی سگریٹ دسترخوان پر کیوں؟ بعد میں پتہ چلا کہ یہ زندہ دعوتیوں کے لیے نہیں؛ بلکہ میت کی روح کے لیے ہے۔ لاحول ولاقوۃ! کس قدر بے ہودہ عقیدہ ہے؟ غرض یہ کہ یہ عقیدہ بے اصل ہے اور جو بعض روایات میں روحوں کے گھر میں آنے کا ذکر آیا ہے، یہ روایات صحیح و ثابت نہیں ہیں۔ (جواہر شریعت)

مزارات پر جا کر بزرگوں کے توسّل سے فریاد کرنا کن صورتوں میں جائز ہے

مخلوق کے ساتھ توسّل (یعنی وسیلہ کرنے) کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ ایک مخلوق سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا، جیسے مشرکین کا طریقہ ہے۔ یہ بالاجماع حرام ہے۔ باقی یہ کہ یہ شرکِ جلی بھی ہے یا نہیں؟ سو اس کا معیار یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس مخلوق کو مؤثّرِ مستقل ہونے کا معتقد ہے تب تو یہ شرک کفری ہے، جیسے: کسی مخلوق کے لیے نماز، روزہ، ایسی عبادت کرنا جو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور مستقل بالتاثیر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد اس طور سے کردیے ہیں کہ وہ ان کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی خاص مشیت کے محتاج نہیں، گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو تفویض (واختیارات) سے معزول کر دے۔

۲۔ دوسری صورت یہ کہ مخلوق سے دعا کی درخواست کرنا۔ اور یہ ایسے شخص سے جائز ہے جس سے دعا کی درخواست ممکن ہے۔ اور یہ امکان میت میں کسی دلیل سے ثابت نہیں، پس توسّل کے یہ معنی زندہ کے ساتھ خاص ہوں گے۔

(اشرف العملیات، ص/139)

۳۔ تیسری صورت یہ کہ مقبول مخلوق کی برکت سے اللہ سے دعا کرنا۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں بندہ یا فلاں عمل ہمارا یا فلاں بندے کا عمل آپ کے نزدیک مقبول و پسند ہے اور ہم کو اس سے تعلق ہے خواہ عمل کے کرنے کا خواہ اس بندہ یا عمل سے محبت کا۔ اور آپ نے ایسے شخص پر رحمت کا وعدہ کیا ہے جس کو یہ تعلق ہو۔ پس ہم اس رحمت کا آپ سے سوال کرتے ہیں۔ اس توسّل کو جمہور نے جائز کہا ہے۔

بزرگوں کے واسطے نذرونیاز کرنے میں فسادِ نیت کی وجہ سے ذیل کے گناہ اور گمراہیاں لازم آتی ہیں

کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ اعتقاد کرنا کہ ہمارے سب حال کی ان کو ہر وقت خبر رہتی ہے۔ نجومی پنڈت سے غیب کی باتیں دریافت کرنا، یا جس پر جِن چڑھا ہو اس سے غیب کی خبریں پوچھنا، یا فال کھلوانا پھر اس کو یقینی سمجھنا، یا کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی، یہ سب شرک فی العلم ہے۔ اسی طرح کسی سے مرادیں مانگنا، یا روزی اور اولاد مانگنا، کسی کے نام کا روزہ رکھنا، کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا، یا چڑھاوا چڑھانا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا، کسی کے نام جانور ذبح کرنا، جن بھوت پریت وغیرہ کے چھوڑ دینے کے لیے ان کی بھینٹ دینا، بکرا وغیرہ ذبح کرنا، بچے جینے کے لیے اس کے نار کا پوجنا، کسی کی دہائی دینا، یہ سب کفر وشرک کی باتیں ہیں۔ (اشرف العملیات، ص/139)

اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضر ہوکر دُعا کی درخواست جائز ہے؟

اس بارہ میں مشروع یہ ہے کہ زیارت کے وقت سلام موافق طریقہ معروف کے کرے اور اہلِ قبور کے لئے دُعاءِ مغفرت کرے اور اگر کچھ پڑھ کر ان کی ارواح کو ثواب پہنچا دیوے تو بہت اچھا ہے اور اگر کچھ دُعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے، مثلاً اس طریق سے کہ یا اللہ ان کی برکت سے میری حاجت پوری فرما، ان بزرگوں سے یہ نہ کہے کہ تم دُعا کرو۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/ ۴۴۱، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، یوپی)

شبِ جمعہ میں مزارات پر جانا

اکثر لوگ مرد ہوں یا عورتیں جمعہ کی رات اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کو ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ دُور دُور سے لوگ اس غرض کے لیے آتے ہیں اور منکرات و مناہی کا ارتکاب کرتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اوّل تو اِس رات میں مزارات پر جانے کو ضروری سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ شرعًا اس کا کوئی ثبوت نہیں، دوسرے عورتوں کو مزارات پر جانا جائز نہیں جیسا کہ کتبِ فقہ وفتاوی میں تفصیلاً مذکور ہے اس لیے نہ تو اس شب میں مزارات پر حاضری کو ضروری خیال کرنا چاہیے اور نہ ہی عورتوں کو مزارات پر جانا چاہیے۔ (جواہر شریعت،ص/80)

مزار اور ولیوں کی قبروں پر جانے کی کیا شرط ہے؟

قبروں کی زیارت جائز ہے، بالخصوص عامۃ المومنین کی قبروں کی زیارت افضل ہے، کیونکہ زیارت قبور سے مقصد موت اور آخرت کی تذکیر ہے، یہ مقصد عام مومنین کے قبروں کی زیارت سے زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ بزرگوں اور ولیوں کی قبروں کی زیارت بھی جائز ہے مگر جن جگہوں میں بدعات اور خلاف شرع امور کا ارتکاب ہوتا ہو یا عورتوں کا اجتماع ہوتا ہو وہاں جانے سے احتراز کرے کہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہوگا۔

(۲) شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ائمہ مجتہدین، صحابہ، تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت نہیں ہے، پس یہ خلاف شریعت اور بدعت ہے۔

(۳) جو کچھ مانگنا ہو اللہ سے مانگے، بزرگوں سے مانگنا شرک ہے، البتہ اللہ تعالی سے یہ دعا کر سکتے ہیں کہ اے اللہ ان بزرگ کی برکت سے اور ان کے طفیل میں ہماری دعا قبول فرمالے۔ درود شریف پڑھ کر سورۂ فاتحہ پھر چاروں قل پڑھیں پھر آخر میں درود شریف پڑھ کر

اللہ تعالی سے دعا کریں کہ اے اللہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اس کا جو ثواب آپ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمایا یہ ثواب آپ ہماری طرف سے فلاں فلاں بزرگان دیں یا ہمارے فلاں فلاں رشتہ داروں کو پہنچا دیجیے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند،ص/103)

فیوضِ باطنی کے حصول کے لئے اولیاء کے مزارات پر جانا

شریعت میں قبروں کی زیارت کا حکم تذکیر آخرت کے لئے دیا گیا ہے، اس اعتبار سے کسی بھی قبر پر آخرت کی تذکیر کے مقصد سے حاضری دینا ممنوع نہیں ہے، اور یہ مقصد زیادہ تر ایسی قبروں پر حاضری سے حاصل ہوتا ہے، جو غیر آباد جگہوں پر واقع ہوں، انہیں دیکھ کر آدمی اپنے انجام کو یاد کرتا ہے۔ اس کے برخلاف وہ مشہور مزارات جو آج کل بدعات وخرافات اور جاہلیت کا مرکز بن چکے ہیں، اور جہاں دن رات شرکیہ اعمال انجام دیئے جاتے ہیں، ان میں حاضری سے آخرت کی تذکیر کا مقصد حاصل ہونے کے بجائے بدعت کی وجہ سے دلوں میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے، اس لئے ایسی جگہوں پر حاضری سے اجتناب لازم ہے، خاص کر مقتدا اور علماء حضرات اس میں زیادہ احتیاط کیا کریں؛ کیوں کہ ان کے عمل کو حجت بنا کر عوام مزید گمراہی میں ہوں گے، اور رہ گیا فیوض باطنی کا حصول یا ایصالِ ثواب، تو یہ قبر پر حاضری پر موقوف نہیں؛ بلکہ یہ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے بھی حاصل ہوسکتا ہے، اور اولیاء اللہ کا اصل فیض اسی کو نصیب ہوگا جو ان کے نقش قدم پر چلے اور شرک وخرافات سے بچے، اگر یہ بات حاصل نہیں ہے تو باطنی فیض ہرگز میسر نہیں ہوسکتا، اور اگر کسی کا شیخ ومرشد ایسی بات کی تلقین کرے جو شریعت کی مصلحت کے خلاف ہو تو اس کی تکمیل لازم نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ میرٹھ ۹/۱۸۷، فتاوی رشیدیہ ۶۳، عزیز الفتاوی ۳۲۵، کفایت المفتی ۴/۱۷۸)

اکابر علماء دیوبند جن مزارات پر حاضری دیتے رہے، وہ ایسے مزارات تھے جہاں بدعات وخرافات نہیں ہوتی، (مثلاً مزار قاسمی دیوبند یا رائے پور وغیرہ) اور جن جگہوں پر بدعات وخرافات کا بول بالا ہے، وہاں اولاً تو بالقصد جانے کا اہتمام نہیں تھا، اور اگر کبھی اس جانب سے گذر ہوا تو ایسے اوقات میں کچھ دیر کے لئے حاضری دیتے تھے، جن میں بدعات وغیرہ کا زور نہ ہو اور عرس کا موقع نہ ہو۔

واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے ایک قریبی متوسل مولوی محمد صالح صاحب حضرت سے ملاقات کے لئے گنگوہ ایسے وقت تشریف لئے گئے تھے، جب وہاں خانقاہ کے قریب حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا عرس چل رہا تھا، حضرت گنگوہیؒ نے ایسے وقت ان کی آمد پر سخت ناگواری ظاہر فرمائی اور موصوف کے طرف سے معذرت پیش کرنے پر یہ ارشاد فرمایا: اگرچہ تمہاری نیت عرس کی شرکت نہ تھی، مگر جس راستہ میں دو آدمی آنے والے آرہے تھے، اسی میں تیسرے تم تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''من کثر سواد قوم فھو منھم''۔ (کنز العمال ۹/۲۲ رقم: ۲۴۷۳۵)

(جو شخص کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کا سبب بنا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا)

بریں بنا ایسے مزارات جن میں سال بھر شرکیہ اعمال کا دور دورہ رہتا ہو، ان میں حاضری کی ترغیب وتلقین مقتدا حضرات کے لئے کسی طرح مناسب نہیں؛ البتہ ایسے مزارات جہاں جانے سے واقعۃً تذکیر آخرت اور روحانی برکات کا حصول مشاہد ہو، ان میں حاضری منع نہیں؛ بلکہ ایک درجہ میں ممدوح ہے۔ (تذکرۃ الرشید ۲/۹، فتاوی محمودیہ میرٹھ ۹/۱۸۷، فتاوی رشیدیہ ۶۳)

فائدہ: اس فتویٰ کی روشنی میں ان تمام مزارات کی زیارت ثابت ہوئی ہے جو شرک وبدعات سے پاک ہیں، وہاں جانے سے روحانی برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور یہ ایک اچھا کام ہے۔ (مؤلف)

شیطان اور جنات کے اثرات زائل ہونے کے یقین سے مزارات پر جانا؟

مزارات پر جانے کا اصل فائدہ موت کی یاد ہے اور ممکن ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ صالحین کی قبور پر نازل ہونے والی برکات میں سے کچھ حصہ مل جائے؛ لیکن کسی مزار پر جانے سے شیاطین اور جنات کے اثرات زائل ہوجاتے ہوں، تو اس کا شرعاً بالکل ثبوت نہیں ہے، اس مقصد اور نیت سے مزار پر حاضری دینا بے اصل اور ممنوع ہے۔ (شامی زکریا ۳/۱۵۰، فتاویٰ رشیدیہ ۱۰۴)

فائدہ: اس فتویٰ کی روشنی میں مزارات کی حاضری حصول برکت کیلئے جائز ہے۔

مزار پر جاکر پیروں سے مانگنا حرام ہے

غیر اللہ (خواہ زندہ ہو یا مردہ) سے ایسی چیز مانگنا جو اس کے دائرہ اختیار سے باہر اور صرف قدرتِ خداوندی کے ساتھ مختص ہے جائز نہیں ہے، نیز غیر اللہ سے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہی اصل میں دینے والا، مرض ہٹانے والا پریشانی دور کرنے والا وغیرہ وغیرہ ہے، شرک ہے، اسی بنا پر مزار پر جاکر پیروں سے مانگنے اور ان کی منت رکھنے کی سخت ممانعت ہے اور یہ فعل اسلام میں قطعاً حرام ہے، اور زندوں سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں وہ ایسی نہیں ہوتیں جو ان کے اختیار میں نہ ہوں، مثلاً روپیہ دینا، مدد کرنا وغیرہ، اور نہ یہ سمجھ کر زندوں سے مانگا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ وہی اصل میں داتا ہیں، لہٰذا ان سے مانگنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، ہاں اگر کسی زندہ کے بارے میں ایسی صفات کا عقیدہ رکھے جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں، تو ان سے بھی اس طرح مانگنا حرام ہوگا۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند، ص/66)

بزرگوں سے دعا کی درخواست جائز ہے یا نہیں؟

ثابت سنت اور طریق سلف سے یہ ہے کہ زیارت قبور کے وقت دعاء للاموات اور ایصال

ثواب حسنات بسوئے اہل قبور کرے۔ نہ یہ کہ خودان صاحب قبور سے دعاء کو کہے کہ میرے لئے دعا کرو یاان سے کہے کہ میرا فلاں کام کردو یہ ثابت نہیں ہے غایت یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی وساطت سے دعا کرے مثلا یہ کہ یااللہ بہ برکت فلاں بزرگ صاحب قبر کے میری حاجت پوری فرما اور دعاء قبول فرما وغیرہ فقط۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد،5،ص/132)

صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے

راقم سطور عرصہ سے متردد تھا کہ اہل اللہ کے مزار مبارک پر بیٹھ کران سے دعا کی درخواست کی جاسکتی ہے یانہیں؟ الحمد للہ حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب شریف سے اب اطمینان وتسلی ہوگئی کہ دعا کی درخواست بھی کر سکتے ہیں، چنانچہ مکتوب نمبر ۱۲ پر حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ اولین صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں : دعا کی اگر استدعاء کرے تو جائز ہے، مگر قبر پر کرے نہ کہ دور سے۔ (مکتوبات وبیاض یعقوبیؒ مکتوب نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۶۱)

اولیاء اللہ کی قبروں کو ثواب سمجھ کر چھونا حرام ہے

اولیاء اللہ کی قبروں کو ثواب سمجھ کر چھونا حرام موجب شرک اور یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے، ان مزارات سے کسی کی کوئی مراد پوری نہیں ہوتی اور جنھوں نے ایسی حرکتیں کر رکھی ہیں ان پر توبہ کرنا لازم ہے۔ (البنایہ، کتاب الجنائز، باب الدفن لیلاً، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۶۱)

بزرگوں کے مزار پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

بزرگوں کے مزار پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرک یا ممنوع نہیں ہے، بلکہ حدیث سے ثابت ہے، لیکن عوام الناس کا اعتقاد صاحب قبر سے مانگنے کا ہو جائے تو جائز نہیں ہوگا۔
(مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۳۴۳، احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۳)

بزرگوں کے مزار پر جمعرات کو جا کر نذر و نیاز دینا اور عورتوں کا اس میں شریک ہونا حرام ہے

بزرگوں کے مزار کے تقرب کی غرض سے وہاں حاضر ہو کر مٹھائی شیرینی وغیرہ بطور نیاز چڑھاتے ہیں تو اس غرض سے مزار پر جانا، نیاز دینا، اس کا کھانا اور اس غرض سے عورتوں کا وہاں جانا سب حرام ہے، اس سے باز آجانا لازم ہے۔

(مستفاد: کفایت المفتی قدیم کتاب العقائد ۱/۲۱۱، زکریا جدید مطول ۲/۵ ۱۴ تا ۱۴۷، فتاویٰ رشیدیہ/۴۰۱)

اور اگر صاحب مزار کے تقرب کیلئے نہیں ہے بلکہ میت کو ثواب پہونچانے کی غرض سے ہے تو بھی مروجہ طریقے سے فاتحہ و نیاز مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۶۴)

بزرگوں کا فیض عالم برزخ سے بھی جاری ہوتا ہے مگر خواص کیلئے عوام کیلئے نہیں

بزرگان دین اور اولیائے کرام کی ارواح سے فیض تو ہوتا ہے، ہم اس کا انکار نہیں کرتے، "دلائل السلوک" میں بہت ساری احادیث اور واقعات لکھے ہوئے ہیں، مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ کاملین کے لیے ہے، عوام کے لیے یہ ممنوع ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے ان میں بہت سی بدعقیدگیاں اور خرافات پیدا ہوتی ہیں۔ غیر مقلدین تو تصوف کو، بزرگان دین کو مانتے ہی نہیں، وہ تو حضرات صحابہ کرام کی باتوں کو بھی حجت نہیں مانتے ہیں ان لوگوں نے تو سعودیہ میں اپنے آپ کو اہل حق میں دکھانے کے لیے اپنا نام "سلفی" رکھ لیا ہے۔ شروع میں ان لوگوں نے اپنا نام "وہابی" رکھا، پھر اس کے بعد بدل کر اپنا نام "محمدی" رکھا، اس کے بعد اپنی جماعت کا نام "اہل حدیث" رکھا اور اب بدل کر "سلفی" نام رکھ لیا، گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہے ہیں، یہ تو اہل حق میں سے نہیں ہیں، ان کا قول پیش کرنے سے کیا فائدہ۔

بزرگوں کے مزار پر خرافات پر اظہار افسوس

(ملفوظ ۶) ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج کل جاہلوں نے بزرگان دین کے مزارات پر نہایت ہی خرافات برپا کر رکھی ہیں کھلم کھلا شرک و بدعت کرتے ہیں اور منع کرنے والوں کو بزرگوں کا مخالف اور نہ ماننے والا بتلاتے ہیں۔ اجمیر ہی میں دیکھ لیجئے کیسے کیسے بزرگ ہیں حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی جنہوں نے تمام عمر توحید اور اسلام کی خدمت اور کفار سے معاملہ میں گزار دی اب ان سے عقیدت رکھنے والے اور محبت کا دعوی کرنے والے شرک و بدعت میں مبتلا ہیں یہ متبعین اور معتقدین ہیں مقام عبرت کو تماشا گاہ اور فسق فجور کا مرکز بنا رکھا ہے، خوف خدا تو ان لوگوں کے قلوب میں رہا نہیں حالات سن سن کر نہایت ہی قلب دکھتا ہے یہ بدفہم بزرگوں کو بھی بدنام کرتے ہیں عوام کی تو شکایت ہی کیا جو لکھے پڑھے کہلاتے ہیں ان کو ان خرافات اور شرکیات و بدعات میں ابتلاء ہو رہا ہے انا للہ وانا الیہ رجعون۔

حضرت مسیح اللہ صاحبؒ کی روح کے استقبال کیلئے تمام عارفین کی ارواح کو جمع کر دیا گیا

حضرت اقدس مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب حضرت مولانا مسیح اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے پاس ملاقات کیلئے پہونچے حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ نے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو چارپائی پر اپنے سرہانے

کی جانب بٹھایا حضرت مفتی صاحب نے دریافت کیا، کیا ہوا؟ کس طرح گزری؟ فرمایا دنیا کے تمام عارفین کو جمع کر دیا گیا تھا، اور آسمان کے ستاروں کو حکم دیا گیا تھا کہ جو رات کے اول حصہ میں چمکتے ہیں وہ رات کے اخیر حصہ میں چمکیں، حضرت مولانا مسیح اللہ نوراللہ مرقدہ کا انتقال رات کے اخیر حصہ میں ہوا، اس لئے ان کی روح کے استقبال کے لئے تمام عارفین کی ارواح کو جمع کر دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا مسیح اللہ نوراللہ مرقدہ کی پوری زندگی سلوک و معرفت کی خدمت میں گزری اگر عارفین اور اولیاء اللہ کی ارواح ان کا استقبال کریں تو تعجب کی کیا بات ہے۔ (ماہنامہ المحمود میرٹھ صفحہ ۳۷، اکتوبر ۲۰۰۱ عیسوی)

بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنا

قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ثواب کی نیت سے سفر کرنے کی جملہ اقسام میں انبیاءِ کرام کی قبورِ مبارکہ کی زیارت کے لیے اور صحابہ کرام، تابعین اور تمام علماءِ کرام اور اولیاءِ عظام اور ہر اس شخص کی قبر کی زیارت کے لیے جس کی حیات میں اس کے مشاہدے سے تبرک حاصل کیا جاتا تھا اب اس کی وفات کے بعد اس کی قبر کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا یہ سب اس میں داخل ہے، اور اس غرض کے لیے سفر کرنا جائز ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول ”تین مساجد (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، اور مسجد نبوی) کے علاوہ کے لیے رخت سفر نہ باندھو“ کی ممانعت میں یہ داخل نہیں ہے، اس لیے کہ یہ دیگر مساجد کے بارے میں ہے، اس لیے کہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر تمام مساجد رتبہ میں برابر ہیں، اور انبیاء، اولیاء اور علماء کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر نفسِ فضیلت میں برابر ہے، اگرچہ اللہ کے یہاں ان کے درجات مختلف ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے درجات میں بہت بڑا فرق ہے۔ (انتھی اِحیاءِ علوم الدین (2/247)

ويدخل في جملته زيارة قبور الأنبياء عليهم السلام وزيارة قبور الصحابة والتابعين وسائر العلماء والأولياء وكل من يتبرك بمشاهدته في حياته يتبرك بزيارته بعد وفاته ويجوز شد الرحال لهذا الغرض ولايمنع من هذا قوله صلى الله عليه وسلم: لاتشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد مسجدي هذا والمسجد الحرام والمسجد الأقصى؛ لأن ذلك في المساجد فإنها متماثلة بعد هذه المساجد وإلا فلا فرق بين زيارة قبور الأنبياء والأولياء والعلماء في أصل الفضل وإن كان يتفاوت في الدرجات تفاوتًا عظيمًا بحسب اختلاف درجاتهم عند الله۔

جس طرح زیارتِ قبور شرعاً جائز ہے اس طرح کسی خاص شخص کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی جائز ہے، ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس سلسلے میں بخاری وغیرہ کی جو حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین مساجد کے لیے شد رحال یعنی سفر کی اجازت دی ہے، اس حدیث سے زیارتِ قبور کے لیے سفر کی ممانعت پر استدلال درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ روئے زمین پر صرف تین ہی مسجدیں خصوصی فضیلت کی حامل ہیں، ان کے علاوہ دیگر تمام مسجدیں مساوی درجے کی ہیں تو کسی اور خاص مسجد کی طرف سفر کرنے کا کوئی معنی نہیں رہے مشاہد اور قبریں تو ان کا معاملہ مساجد سے مختلف ہے، اس سلسلے میں مزید توجیہات وتفصیلات کے لیے فتح الباری، مرقاۃ المفاتیح اور دیگر معتبر شروح حدیث دیکھیں۔ وفی الاحیاء:

ذهب بعض العلماء إلى الاستدلال به على المنع من الرحلة لزيارة المشاهد وقبور العلماء والصالحين، وما تبين فى أن الأمر كذلک، بل الزيارة مأمور بها لخبر: (كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها) والحديث إنما ورد نهيا عن

الشد لغير الثلاثة من المساجد لتماثلها، بل لا بلد إلا وفيها مسجد، فلا معنى للرحلة إلى مسجد آخر، وأما المشاهد فلا تساوى بل بركة زيارتها على قدر درجاتهم عند الله الخ۔ (مرقاۃ المفاتیح مع المشکاۃ، رقم: ۶۹۳)

فائدہ: تاہم امام غزالیؒ جن کی مجددیت پر جمہور علماء کا اتفاق ہے زیارت قبور کی برکت عامہ کے قائل ہیں، جیسا کہ مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے، لہذا یہ اذن عام وخاص تمام احوال کو شامل مانا جائے گا۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گئے تو امام صاحبؒ قبر سے باہر آ کر ملے

شیخ عبدالوہابؒ سے نقل ہے۔ کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدرسہ میں درس وفتویٰ تینتیس سال تک جاری رکھا، حُضور تیرہ علوم میں کلام کر سکتے تھے۔ اور اپنے مدرسہ میں تفسیر وحدیث و مذہب ونصاب اصُول ونحو پڑھایا کرتے تھے اور نماز ظہر کے بعد قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، شیخ ابوالحسن علی بن ہیئتی سے روایت ہے کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گیا، ہمارے ساتھ شیخ بقابقلو بھی تھا، جب حضرت قبر پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ قبر سے نکل آئے، اور حضرت شیخ سے بغلگیر ہو کر کہا، کہ اے شیخ عبد القادر! میں آپ کی نسبت علم شریعت اور طریقت وحقیقت اور علم حال وفعل حال میں محتاج ہوں، اللہ اکبر کیا شان حضُور کی تھی۔؟ (غنیۃ الطالبین، ص13)

جب میں اس جوان کی قبر میں اترا تو اس کی قبر کو وسیع اور نور سے بھری ہوئی دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا

کتاب ''گناہوں کا سمندر''میں مذکور ہے کہ حضرت ابو غالبؒ فرماتے ہیں: کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ملک شام میں آتا جاتا رہتا تھا، ایک دن میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پڑوسی نوجوان کے پاس گیا جو بیمار ہورہا تھا، اس کے پاس اس کا چچا بھی موجود تھا، وہ اس جوان سے کہہ رہا تھا اے خدا کے دشمن! میں نے تمہیں یہ کام کرنے کو نہیں کہا تھا، میں نے تجھے اس کام سے نہیں روکا تھا؟ اس نوجوان لڑکے نے کہا اے چچا جان! اگر اللہ تعالیٰ مجھے میری ماں کے سپرد کریں تو وہ میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گی؟ چچا نے کہا وہ تجھے جنت میں داخل کردی گی۔ تو لڑکے نے کہا میرا پروردگار اللہ تعالیٰ میری ماں سے زیادہ شفیق اور اس سے زیادہ مجھ پر مہربان ہے، بس یہی بات کہتے ہی اس کی جان نکل گئی۔

جب اس کے چچا نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا اور اس پر نماز جنازہ پڑھ لی اور ارادہ کیا کہ اس کو قبر میں اتارے تو میں بھی اس کے چچا کے ساتھ قبر میں اترا، جب اس نے لحد کو درست کیا تو اس کی چیخ نکل گئی اور گھبرا گیا، میں نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ اس کی قبر بہت وسیع ہوگئی اور نور سے بھر گئی ہے میں اس سے دہشت زدہ ہوگیا تھا۔ (گناہوں کا سمندر، ص/271)

جب میں اپنے بیٹے کی قبر سے اٹھ کر چلنے لگی تو اس نے کہا امّاں جان جاؤ میں رب کے پاس پہنچ گیا ہوں

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حکیم محمد مظہر صاحب کے مشہور تلمیذ مولانا ارسلان ''گناہوں کے سمندر''میں ایک واقعہ یہ بھی لکھتے ہیں:

ابوعمرو بیکندی کا گذر ایک راستہ سے ہوا دیکھا کہ کچھ لوگ ایک نوجوان کواس کی شرارتوں کی وجہ سے محلّہ سے نکالنا چاہتے ہیں۔اورایک عورت رورہی ہے۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس کی ماں ہے ابوعمروکواس پر رحم آیا اوراس نوجوان کی ان لوگوں سے سفارش کی،اورکہااب کی باراسے چھوڑ دواگر پھرشرارت کرےتوتم جانواوریہ جانے،لوگوں نے اسے چھوڑ دیا،اورابوعمروچل دئے،چند دنوں کے بعدان کا گذر پھراسی سڑک پر ہوااور انہوں نے دروازہ کے پیچھے سے اس بڑھیا کے رونے کی آوازسنی انہوں نے اپنے دل میں کہا ہوسکتا ہے کہ اس نوجوان نے پھرشرارت کی ہو۔اوراسے محلّہ سے نکال دیا ہو۔لہذا انہوں نے دستک دی اوراس بڑھیا سے اس نوجوان کا حال پوچھا تو بڑھیا نے بتایا کہ جب اس کی موت کا وقت آگیا تواس نے مجھ سے کہا کہ میرے پڑوسیوں کومیری موت کی اطلاع نہ دینا کیونکہ میں انہیں دکھ دیتا رہتا ہوں۔اس لئے وہ میرے مرنے پرخوش ہوں گے اور میرے جنازہ کے ساتھ نہ ہوں گے۔جب تو مجھے دفن کرنے لگےتو یہ میری انگوٹھی ہےجس پر بسم اللہ لکھا ہوا ہے اسے میرے ساتھ دفن کر دینا اوردفن سے فارغ ہوکر میرے رب کے پاس میری سفارش کرنا۔وہ عورت کہتی ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جب اس کی قبر سے اٹھ کر چلنے لگی تو میں نے اس کی آوازسنی کہ وہ مجھے کہہ رہا ہے امّاں واپس جاؤ میں رب کریم کے پاس پہنچا ہوں۔(گناہوں کا سمندر،ص277)



سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ

سلسلہ کے تمام حضرات اس مضمون کو بار بار پڑھ کر حرزِ جان بنالیں اور پورا پورا استفادہ کریں۔

﴿حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نہایت قیمتی ملفوظات﴾

﴿جنات کیسے بھاگتے ہیں؟﴾

فرمایا: سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ ودیگر جنات وشیاطین بھاگ جاتے ہیں، یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پریشانی میں موجود ہوتا ہے، لیکن مستور ہوتا ہے، نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کئے ہوتی ہے۔

نفس جب کدورت سے پاک ہوتا ہے تو یہ نور منور ہوجاتا ہے، جگمگا اٹھتا ہے، ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا، بھاویں سوسو حیلے کرو، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال جنات وشیاطین کو جلادیتا ہے، کوئی بھی تاب نہیں لاسکتا۔

﴿قرآن شریف شیطان کو کیسے جلاتا ہے﴾

فرمایا: سالک جب قرآن شریف کی تلاوت میں محو ہوتا ہے قرآن مجید کے نور کے جلال سے ہمزات شیاطین لاغر نحیف اور بے بس ہوکر توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال شیطان کو جلادیتا ہے، تلاوت قرآن، نماز، ذکر ان تینوں میں ہر مرض سے کلی شفاء ہے، ان تینوں کی کثرت مساوی ہو یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

شیطان سے بچنے کا ہتھیار

فرمایا: دیکھئے بیت اللہ، اللہ تعالی کا گھر ہے ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر

قبضہ جمائے ، اللہ تعالی نے ابابیلوں کو مسلط کر دیا، انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا، بالکل اسی طرح انسان کا دل اللہ تعالی کا گھر ہے، اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر پتھروں کی بوچھاڑ کیجئے ، پھر دیکھئے کہ اللہ آپ کو شیطان سے محفوظ فرمالیں گے اور قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔ (سورہ الاعراف، آیت:201)

ترجمہ: بلاشبہ جنہوں نے تقوی اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی ان کو چھوتا ہے تو وہ اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔



شجرہ : سلسلۂ چشتیہ منظومہ: حضرت حاجی امداداللہ مہاجرمکی

سلاسل اربعہ کے مشائخ کا مشاہدہ اورتجربہ ہے کہ مشائخ کا شجرہ انفرادی اوراجتماعی طور پر پڑھنے سے مصائب دور، مسائل حل اورمقاصد پورے ہوتے ہیں، اسلئے باجازت شیخ اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حضرت حاذق الامت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹیؒ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلالآبادیؒ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کیواسطے

اوردر ودونعت ختم الانبیاء کیو اسطے

اورسب اصحاب وآل مجتبی کے واسطے

رحم کر مجھ پر الہی اولیاء کے کے

واسطے

بالخصوص ان اولیائے باصفا کے واسطے

مولوی اشرف علی شمس الہدی کے واسطے

حاجی امداداللہ ذوالعطا کے واسطے

حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے

شیخ عبدالباری شہِ بے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدے کے واسطے
شاہ عضدالدین عزیز دوسرا کے واسطے
شہ محمداور محمدی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخ با صفا کے واسطے
بوسعید اسد اہل ورا کے واسطے
نشہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کیواسطے
عبدقدوس شہ صدق وصفا کیواسطے
اے خدا شیخ محمد راہنما کے واسطے
شیخ احمد عارفِ صاحب عطاء کیواسطے
احمد عبدالحق شہ ملکِ بقا کیواسطے
شہ جلال الدین کبیر اولیاء کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کیواسطے
شیخ علاالدین صابر بارضا کیواسطے
شہ فریدالدین شکر گنج بقا کے واسطے
خواجہ قطب الدین مقتول دلا کیواسطے
شہ معین الدین حبیب کبریاء کے واسطے
خواجہ عثمان با شرم وحیا کے واسطے
خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے
شاہ بو یوسف شہ شاہ وگدا کیواسطے
بومحمد محترم شاہِ ولا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے
شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کیواسطے
خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کیواسطے
بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے
شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے
شیخ حسن بصری امام اولیاء کیواسطے
ہادی عالم علی شیر خدا کیواسطے
سرور عالم محمد مصطفےٰ کے واسطے
یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے
یاحق اپنے عاشقان باوفا کیواسطے
یارب اپنے رحم واحسان وعطا کیواسطے
کر رہائی کا سبب اس مبتلا کیواسطے
کون ہے تیرے سوا مجھ بےنوا کیواسطے
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کیواسطے
ہے عصائے آہ مجھ بےدست وپا کیواسطے
بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کیواسطے
اپنے لطف ورحمت بے انتہا کیواسطے

☆☆☆☆☆

معمولات

صبح و شام

معمولات اوران کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین ومتوسلین کوان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں ۔راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت و عاشقان حق کی رہنمائی کا ادنی فریضہ انجام دیتا ہے۔

﴿طبقۂ اولیٰ﴾

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے ۔تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کوشروع فرماتے:

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِکَ وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ ______ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْه ______ 100 بار

درود شریف۔ ______ 100 بار

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ ______ 200 بار

اِلَّا اللّٰه۔ ______ 400, بار

اَللّٰهُ اللّٰه۔ ______ 600, بار

اَللّٰهُ۔ ______ 100 بار

تلاوت کلام پاک کم ازکم ایک پارہ مع سورۂ یسین شریف۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ۔ ایک منزل

شام کے معمولات

استغفار۔ __________ 100،بار

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ __________ 100،بار

درود شریف۔ __________ 100،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ ثانیہ صبح کے معمولات

أَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ __________ 3،بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ __________ 100،بار

درود شریف۔ __________ 100،بار

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ __________ 100،بار

اَللّٰہُ اللّٰہ۔ __________ 100،بار

اللّٰہ۔ __________ 100،بار

کم از کم سورۂ یسین شریف کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوئی حد نہیں۔

مناجات مقبول حکیم الامتؒ ہر روز۔ __________ ایک منزل

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

شام کے معمولات

استغفار۔ __________ 100،بار

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ __________ 100،بار

درود شریف۔ __________ 100،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ اولیٰ کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورۂ اخلاص۔ ____________________ 100، بار

تیسرا کلمہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ ________ 100، بار

طبقۂ اخیر کیلئے صبح کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ____________________ 33، بار

أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَیْہ۔ ________ 33، بار

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ________ 33، بار

قرآن شریف کی تلاوت کم از کم دس آیتیں۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

شام کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ____________________ 33، بار

استغفار۔ ____________________ 33، بار

درود شریف۔ ____________________ 33، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔



{مؤلف کا تعارف}

نام : محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔

ولادت و پیدائش : مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع در بھنگہ بہار (انڈیا)

ابتدائی تعلیم : ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مراد آباد یوپی۔

عربی اول : جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد (یوپی)

عربی دوم، سوم : مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)

اعلی تعلیم : عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)

فراغت : سنہ ۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات...

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں: فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

موجودہ مصروفیات : خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔



مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔

۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔

۳۔ نکاح اور طلاق۔

۴۔ حج گائیڈ۔

۵۔ چالیس حدیثیں۔

۶۔ جادوٹونا، اور کہانت کا حکم۔

۷۔دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔

۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔

۹۔ عظمت قرآن۔

۱۰۔ مسائل حاضرہ۔

۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔

۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ ۔

۱۳۔ چراغ اصلاح۔

۱۴۔تکبر ایک وبال ہے۔

۱۵۔تنقید ایک بُری عادت ہے۔

۱۶۔جنت کے حسین محلات اور لذیذ ونفیس نعمتیں۔

۱۷۔تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔رمضان المبارک کونفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰ تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اوراخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات جلد،اوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلد دوم۔

۲۷۔اصلاحی واقعات جلد سوم۔

۲۸۔دعاء کا صحیح طریقہ۔

۲۹۔اصلاح کا مبارک سفر۔

۳۰۔قربانی کی شرعی حیثیت۔

۳۱۔پنج وقتہ نماز اوران کے ضروری مسائل۔

۳۲۔محرم الحرام تاریخ وشریعت کے آئینے میں۔

۳۳۔عہدہ ومنصب کا حریص،رسوائی اوروبال کا طالب ہے۔

۳۴۔اتحادواتفاق کے بغیرآپ کی جماعت کا فیل ہونا طے ہے۔

۳۵۔علماءکرام اصلاح کی روحانی چھاؤں میں۔

۳۶۔مزارات اولیاءکرامؒ اوران کے فیوض وبرکات برحق ہیں۔

﴿بیعت سے آدمی پاک صاف ہوجاتا ہے﴾

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کردیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں، احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آجا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا، تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس، پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہو کر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل صاف کردے گی۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

نوٹ:

اس مضمون کو طباعت کے وقت بیک فرنٹ پر ڈالیں